رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اِنِّی اَنَا الرَّحْمٰن ... اِلَّا الْقَرْیَۃ

الحکم

دارالامان حضرت قادیان

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۲۳ | مورخہ ۲۴ - جون سنہ ۱۹۰۳ء مطابق ۲۷ - ربیع الاول سنہ ۱۹۰۳ء | جلد ۷

کلمات طیبات حضرت امام الزمان سلمہ الرحمٰن

(نمبر ۲۱ مورخہ ۱۰ - جون ۱۹۰۳ء میں جو تقریر ہم نے درج کرنی چاہی تھی وہ کسیقدر سہل انگاری اور میری غلطی کی وجہ سے بے ترتیب ہو گئی اس لئے اسکو مسلسل طور پر درج کرنے کے لئے یہاں درج کرتے ہیں۔ - - - ایڈیٹر)

ایمان کیونکر پیدا ہوتا ہے

قرآن شریف سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان کی فطرت میں سعادت اور ایک مناسبت نہ ہو ایمان پیدا نہیں ہوتا خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسل اگرچہ کھلے کھلے نشان لے کر آتے ہیں مگر اسمیں بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان نشانوں میں ابتلا اور خفا کے پہلو بھی ضرور ہوتے ہیں سعید جو ایک بین اور دور بین نگاہ رکھتے ہیں اپنی سعادت اور مناسبت فطرت سے ان امور کو جو دوسروں کی نگاہ میں مخفی ہوتے ہیں دیکھ لیتے ہیں اور ایمان لے آتے ہیں لیکن جو سطحی خیال کے لوگ ہوتے ہیں اور جنکی فطرت کو سعادت اور رشد سے کوئی مناسبت اور حصہ نہیں ہوتا وہ انکار کرتے ہیں اور تکذیب پر آمادہ ہو جاتے ہیں جسکا بُرا نتیجہ ان کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

دیکھو مکہ معظمہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ تو ابوجہل بھی مکہ ہی میں تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکہ ہی کے تھے لیکن ابو بکرؓ کی فطرت کو سچائی کے قبول کرنے کیساتھ کچھ ایسی مناسبت تھی کہ ابھی آپ شہر میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے۔ راستہ ہی میں جب ایک شخص سے پوچھا کہ کوئی نئی خبر سناؤ اور اس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسی جگہ ایمان لے آئے اور کوئی معجزہ اور نشان نہیں مانگا۔ اگرچہ بعد میں بے انتہا معجزات آپنے دیکھے اور خود ایک آیت ٹھہرے۔ لیکن ابوجہل نے باوجود یکہ ہزاروں ہزار نشان دیکھے لیکن وہ مخالفت اور انکار سے باز نہ آیا اور تکذیب ہی کرتا رہا۔ اس میں کیا سر تھا پیدائش دونوں کی ایک ہی جگہ کی تھی ایک صدیق ٹھہرتا ہے اور دوسرا جو ابو الحکم کہلاتا تھا وہ ابوجہل بنتا ہے اس میں یہی راز تھا کہ اس کی فطرت کو سچائی کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ تھی غرض ایمانی امور مناسبت پر ہی منحصر ہیں۔ جب مناسبت ہوتی ہے تو وہ خود معلم بن جاتی ہے اور امور حقہ کی تعلیم دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہل مناسبت کا وجود بھی ایک نشان ہوتا ہے۔

میں بصیرت اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں اور میں وہ قدرت اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور مشاہدہ کرتا ہوں۔ مگر افسوس میں اس دنیا کے فرزندوں کو کیونکر دکھا سکوں کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے ہیں کہ وہ وقت قریب آتا ہے کہ خدائے تعالیٰ سب کی آنکھ کھول دیگا اور میری سچائی روز روشن کی طرح دنیا پر کھل جائیگی لیکن وہ وقت وہ ہوگا کہ توبہ کا دروازہ بند ہو جاویگا اور جبکو کوئی ایمان سودمند نہ ہو سکے گا میرے پاس وہی آتا ہے جسکی فطرت میں حق سے محبت اور اہل حق کی عظمت ہوتی ہے جسکی فطرت سلیم ہے وہ دور سے اس خوشبو کو جو سچائی کی میرے ساتھ ہے سونگھتا ہے اور اسی کشش کے ذریعہ سے جو خدا تعالیٰ اپنے ماموروں کو عطا کرتا ہے میری طرف اس طرح کھنچے چلے آتے ہیں جیسے لوہا مقناطیس کی طرف جاتا ہے لیکن جس کی فطرت میں سلامت روی نہیں اور جو مردہ طبیعت کے ہیں ان کو میری باتیں سرسری نہیں معلوم ہوتی ہیں وہ ابتلا میں پڑتے ہیں اور

تعلیم الاسلام کالج کا افتتاح

جیسا کہ پہلے سے اعلان ہو چکا تھا ۲۰ مئی ۱۹۰۳ء تعلیم الاسلام کالج کے افتتاح کے لئے مقرر کی گئی تھی لیکن چونکہ اس کے افتتاحی جلسہ میں اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرکت بغرض برکت ضروری تھا اور تاریخ مقررہ کے قریب حضور عالی کی طبیعت بقضیب اعداء ناساز تھی ڈائرکٹر صاحب نے ضروری سمجھا کہ کالج کی افتتاحی تاریخ کو ۲۰ مئی ۱۹۰۳ء تک ملتوی کر دیں چنانچہ افتتاحی جلسہ کے لئے یہ تاریخ مقرر کی گئی +

قبل ازیں کہ ہم ناظرین کو افتتاحی جلسہ کی روئداد سے آگاہ کریں ہم اس امر کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں کہ افسوس ہے ہم اس روز دار الامان میں موجود نہ تھے ۔ بلکہ اپنے مجوزہ سفر پر تھے ۔ اس لئے ہم جو کچھ لکھتے ہیں یہ ان نوٹوں کی بنا پر ہے جو ہمارے سپیشل رپورٹر نے لئے یا ہمارے بعض معتبر احباب نے مفصل بیان کئے

افتتاحی جلسہ کی خصوصیات تعلیم الاسلام کالج کے افتتاحی جلسہ کا اعلان پڑھ کر ممکن ہے ہمارے ناظرین کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ ہمارے کالج کا افتتاح بھی اسی قسم کی ایک رسم ہو گی جو عام طور پر آج دنیا میں پھیلی ہوئی ہے کہ ایسے جلسوں میں بڑے دنیادار اور دنیوی ترقی کے خواستگار جمع ہوتے ہیں اور کسی بڑے مقامی افسر کو جلسہ میں بلایا جاتا ہے اور زمانہ کی مغربی طریق کے موافق (قطع نظر اسکے کہ وہ طریق مذہبی قوانین اور ہدایات کے مخالف ہے یا موافق) چند خاص رسوم ادا کی جاتی ہیں اور بعض مختصر سی تقریروں اور منترا جاپی یکوم تو مزاجی یکو پر عمل کرنے والے ریزولیوشنز کے بعد تھوڑی امور کی طرف توجہ کی جاتی اور کچھ کھا پی کر جلسہ برخاست ہو جاتا ہے ۔ مگر ہم نہایت ہی خوشی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ یقیناً کل ہندوستان بھر بلکہ کل دنیا میں اسوقت یہ پہلا کالج کہلاتا ہے جو عرفی رسومات افتتاحی سے بالکل منزہ سمجھنا چاہئیے +

برٹش گورنمنٹ کے بیدار مغز حکام اگرچہ ایسے جلسوں میں نہایت خوشی اور فخر کے ساتھ شریک ہوتے اور ہر طرح سے اپنی رعایا کو نیک کاموں میں مدد دینے کے لئے آمادہ پائے جاتے ہیں اور اگر ہم اپنے کالج کے افتتاح پر اپنے معزز حکام کو دعوت دیتے تو وہ تکلیف اٹھا کر بھی ضرور شریک ہوتے لیکن ایک قومی اور مذہبی کالج کے افتتاح پر جسکی اعلیٰ و اول غرض اسلام کی عظمت کو پھیلانا اور مذہبی تعلیم کی عام اشاعت ہے ، مقامی حکام کی شمولیت محض تکلف اور بناوٹ سمجھی جاتی اور فی الحقیقت ایک حد تک ایسا ہی ہوتا ہے اس لئے ہم نے ضروری نہیں سمجھا کہ ظاہرداری کے رسومات کو ادا کر دیا جاوے پس اس جلسہ کے خصوصیات میں سے پہلی خصوصیات یہ تھی کہ اسمیں نمائشی اور تکلف کی کوئی کارروائی نہیں کی گئی ۔ نہ اسمیں دعوت کے کارڈ جاری ہوئے نہ اس میں کسی پارٹی کا اہتمام کیا گیا بلکہ سیدھے سادے طریق محض دعا کے لئے ایک جلسہ کیا گیا ۔ یہ افتتاحی جلسہ در اصل دعا کا جلسہ تھا ۔ طالبعلموں پروفیسروں اور دوسرے کارکنوں کو ہدایت کا جلسہ تھا ۔

جلسہ کا مکان اور اس کا سامان ۔ ۲۰ مئی ۱۹۰۳ء کو جو افتتاح کالج کی تاریخ مقرر ہوئی تھی ساڑھے چھ بجے کے بعد احاطہ سکول میں بورڈنگ ہوس اور اس کے درمیانی میدان میں ایک شامیانے کے نیچے جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا اور یہ انتظام ہمارے مکرم بھائی مفتی محمد صادق صاحب سپرنٹنڈنٹ مدرسہ کی زیر نگرانی مدرسہ کے اوستادوں اور طالب علموں کی متفق کوشش سے کیا گیا تھا ۔ شمالی جانب ایک عارضی چبوترہ بنایا گیا تھا جسپر اراکین مدرسہ اور دوسرے معزز احباب کیلئے کرسیاں بچھائی گئی تھیں اور جنوب کی طرف ایک میز رکھی گئی تھی جسپر دائیں طرف قرآن کریم اور بائیں جانب کرۂ ارض رکھا گیا تھا ۔ میز کے سامنے طالب علموں کی رونق کیلئے ایک ستون کھڑا تھا اور اوپر شامیانہ تھا ۔

اس نظارہ کا تصور کر کے ہمیں جسقدر خوشی ہوتی ہے اُسے ہم الفاظ میں ادا نہیں کر سکتے اور پھر یہ خوشی اور بھی دوبالا ہو گئی جب حضرت حکیم الامت کی تقریر کا موضوع یا محرک یہی نظارہ پایا ۔ یہ توارد تھا جو ہم کو حضرت حکیم الامت سے ہوا

قرآن کریم اور کرۂ ارض سے سبق ۔ اس نظارہ کے متعلق حضرت حکیم الامت نے جو کچھ فرمایا وہ آپکی تقریر میں ملاحظہ کریں گے لیکن میز پر کے قرآن کریم اور کرۂ ارض سے جو سبق ہم تصویری زبان میں دیا گیا ۔ اس کو ہم ضرور پیش کرنا چاہتے ہیں معزز ناظرین ! اس سے وہ مقصد ثابت ہوتا ہے جو ہمارے اس کالج کے پیش نظر ہے اور اس کے ہر طالبعلم اور پروفیسر کا ہونا چاہئیے اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی عظمت کو روئے زمین پر قائم کرو ۔ اور یہ صاف ظاہر ہے کہ اس عظمت کو ہم قرآنی تعلیم کی علمی اور عملی اشاعت سے کر سکتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ کسقدر لوگ اس نتیجہ پر پہنچے ہونگے مگر اس میں کوئی کلام نہیں کہ اصل غرض یہی تھی اور ہے

اعلیٰ حضرت کی شمولیت کا سوال ۔ اس جلسہ کی اصل غرض تو صرف یہ تھی کہ اعلیٰ حضرت حجۃ اللہ علی الارض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قدم رنجہ فرما کر دعا کریں اور اگر ممکن ہو تو حسب حال کچھ زبان فیض ترجمان کو ارشاد بھی فرماویں ۔ اور حضرت اقدس اس جلسہ میں بڑی خوشی کے ساتھ شریک ہونے کے لئے طیار بھی تھے ۔ مگر آج جلسہ کے وقت نصیب اعداء آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی اور آپ تشریف نہ لا سکے چنانچہ آپ نے نائباً حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سلمہ ربہ کو بھیجا اور آپ نے عین اس انتظار میں جبکہ سب کی نظریں دروازے کی طرف اپنے محبوب و مولا آقا کے استقبال کیلئے لگی ہوئی تھیں آکر مندرجہ ذیل پیغام دیا اگرچہ اراکین مدرسہ اور احباب حاضرین جلسہ کو اس لحاظ سے کہ ان کا سید و مولا امام اوہنیں اس تقریب پر شریک نہیں ہو سکا اور وہ بھی ناسازی طبیعت کی وجہ سے اضطراب اور افسوس ہوا ۔ مگر اس پیغام کو سنکر وہ ازبس محظوظ ہوئے کہ جو آپکی شمولیت سے مقصود تھی اس کے پورا ہونے کی یہ بہترین راہ ہے بہر حال حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے کھڑے ہو کر اعلیٰ حضرت کا پیغام سنایا اور یہی تقریر اس جلسہ کی افتتاحی تقریر کہنی چاہئیے ۔

فرمایا حضرت اقدس نے مجھے ایک پیغام دیکر روانہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے اسوقت حضرت خلیفۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اس جلسہ میں تشریف آوری کیلئے عرض کیا تھا آپ نے فرمایا ”کہ اسوقت بیمار ہوں حتیٰ کہ چلنے سے بھی معذور ہوں لیکن وہاں حاضر ہونے سے بہت بہتر کام یہاں کر سکتا ہوں کہ ادھر جسوقت افتتاح کا جلسہ شروع ہوگا میں بیت الدعا میں جا کر دعا کروں گا“

یہ کلمہ اور بھی حضرت خلیفۃ اللہ علیہ السلام کا بہت ہی خوش کن اور امید دلانے والا ہے اگر آپ خود تشریف لاتے تو بھی باعث برکت تھا اور اگر آپ نہیں لائے تو دعا فرماویں گے اور یہ بھی خیر و برکت کا موجب ہو گی“

اسقدر تقریر کے بعد حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کرسی پر بیٹھ گئے ۔

صدر مجلس حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تشریف نہ لانے کی وجہ سے حضرت حکیم الامت صدر مجلس قرار دئے گئے اور پھر باضابطہ کارروائی شروع ہوئی ۔

حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب کی پیام رسانی کے بعد عالیجناب نواب محمد علیخان صاحب رئیس اعظم مالیر کوٹلہ ڈائرکٹر تعلیم الاسلام کالج نے کھڑے ہو کر مندرجہ ذیل تقریر فرمائی ۔

ڈائرکٹر صاحب کی تقریر ۔ جناب میر مجلس و حضار جلسہ ! میں اسوقت کالج کے افتتاح کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں مگر علالت طبع کے باعث زیادہ دیر نہ بول سکوں گا ۔

سب سے اول ہم خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ جسکا ہم

احسان ہے اور جس کے محض فضل سے سب کام چل رہے ہیں یہ اسی کا فضل ہے کہ ہمیں اس سلسلہ میں داخل ہونے کی ہدایت ہوئی اور اس آخری زمانے کے آخری امام یعنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی شناخت کی توفیق دی اور پھر اس کے سایۂ عاطفت میں ہمیں جگہ دی۔ خدا کرے کہ ہم کامل طور پر آخر تک انہیں میں سے ہو جاویں۔ (آمین)

اس کالج کی غرض عام طور پر یہ نہیں ہے کہ مروجہ علوم دنیاوی کی تعلیم ہو اور اسے صرف ذریعہ معاش بنایا جاوے یا سمجھا جاوے بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ ایک عالم اس پاک سلسلہ کی تعلیم سے مستفید ہو جو کہ خدا نے قایم کیا ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ مروجہ علوم دنیا کا کچھ حصہ اس میں ضرور ہے مگر اس سے بھی یہی غرض ہے کہ وہ مروجہ علوم دینی علوم کے حاصل کرنے میں بطور خادم کے ہیں اور اسطرح پر اللہ تعالےٰ کی معرفت میں مدد دے۔ ورنہ اصل غرض دین اور صرف دین ہی کی تعلیم ہے جو علمی اور عملی طور پر دنیا میں مقصود ہے یہ تو کالج کی عام غرض ہے جس سے ہم ایک قوم بنانا چاہتے ہیں اور ایک قومی غرض بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی احمدی جماعت کے کم سن بچے ابتدا سے دینی علوم سے واقفیت پیدا کر سکیں اور عملی حصہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے فیضان صحبت سے فائدہ اٹھاویں اور بڑے ہو کر اس پاک چشمہ سے ایک عالم کو سیراب کرنے کا ذریعہ بنیں جس سے وہ خود سیراب ہو چکے ہیں۔

میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ کالج کی موجودہ حالت سب احباب پر بخوبی ظاہر ہے۔ آجتک اس کے کارکنوں نے اسکی بہتری اور بہبودی کیلئے جو کچھ کیا ہے اور جو مفید نتائج اور ترقیاں ظہور پذیر ہوئی ہیں وہ کسی انسانی طاقت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ سب کچھ محض خدا تعالےٰ ہی کے فضل سے ہوا ہے۔ مدرسہ کو کھلے ہوئے پانچ سال ہوگئے یکم جنوری ۱۸۹۸ء کو پرائمری سکول کھلا تھا اسکے چار ہی ماہ بعد یعنے ۵ - مئی ۱۸۹۸ء کو مڈل تک ترقی دی گئی پھر فروری ۱۹۰۰ء میں ہائی سکول ہوا۔ اب اس امر کے اظہار کی خوشی ہے کہ آج وہ دن ہے کہ ہم کالج بنا رہے ہیں یہ ایک خرق العادۃ ترقی ہے جو حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

علی گڈھ کالج ہندوستان میں بڑا کالج ہے مگر اسنے بھی اسطرح ترقی نہیں کی۔ ہم اپنے کالج کی آئندہ ترقیوں کی بھی اسی سرعت سے امید رکھتے ہیں جو اب تک خدا کے فضل سے ہوئی ہیں کیونکہ جیسا کہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے ذکر کیا حضرت اقدس نے دعاؤں کا وعدہ کیا ہے اور خدا تعالےٰ کی ذات سے بڑی امید ہے کہ وہ اپنے مسیح موعود کی دعاؤں کو سنے گا جیسا کہ اس نے وعدہ کیا ہوا ہے۔ ہم خدا کے فضل سے امید کرتے ہیں کہ یہ کالج بہت جلد ایک یونیورسٹی ہوگا اور کل دنیا اور احمدی جماعت کے لئے خصوصاً مفید دار العلوم ثابت ہوگا۔

اگرچہ سب کام اللہ تعالےٰ ہی کے ہیں اور وہی انکو چلاتا ہے۔ مگر تاہم ظاہری اسباب کے لحاظ سے طلباء اور ان کے والدین کو بہت متوجہ ہونا چاہئے اور اس ثواب کے موقع کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے گو کہ یہ کام خدا کے فضل سے چلیگا اور خدا کے صادق بندے مسیح موعود کی دعاؤں سے نشو و نما پائے گا مگر تاہم بدیں خیال کہ ہر ایک اس کارخیر کے ثواب میں حصہ لیوے کہا جاتا ہے کہ وہ مالی امداد دیں۔

اسقدر تقریر فرما کر جناب ڈاکٹر صاحب اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور عالیجناب حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ نے کھڑے ہو کر حسب ذیل تقریر فرمائی۔

حضرت حکیم الامت کی تقریر

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ

اما بعد ہم تو ہر روز تمکو وعظ سناتے ہیں اور سارا دن اسی میں صرف ہو جاتا ہے قرآن شریف کا وعظ بھی خدا کے فضل سے مستقل طور پر جاری ہے مگر اسوقت خصوصیت سے مجھے ارشاد ہوا ہے کہ کچھ سناؤں۔ تمہید کی ضرورت نہیں ہے اسوقت یہ نظارہ سامنے موجود ہے۔ ایک طرف قرآن شریف اور دوسری طرف کرۂ ارض پڑا ہوا ہے پھر اوپر سائبان ہے۔ اور ایک طرف وہ لمبی لکڑی ہے۔ یہی مضمون کافی ہے۔ انسان کو خدا نے بنایا ہے۔ اور اس کے اندر اس قسم کی اشیاء رکھی ہیں کہ اگر ان سب کا نشو و نما نہ ہو تو پھر وہ انسان انسان نہیں رہتا ایک ذلیل مخلوق ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر ان خدا کی عطا کردہ قوتوں کا عمدہ نشو و نما ہو تو وہی انسان خدا کا مقرب بن سکتا ہے اور اس کے یہی ذرائع ہیں جو تمہارے سامنے ہیں (قرآن کریم کی طرف اشارہ کر کے) یہ پاک کتاب جب نازل ہوئی اسوقت ساری دنیا میں اندھیر تھا عرب خصوصیت سے ایسی حالت میں تھا کہ کل دنیا کا ویرانہ ہو جانا آسان مگر اس کا سدھرنا مشکل سمجھا جاتا تھا یرمیاہ نبی کے نوحہ میں یہ ایک فقرہ موجود ہے جس میں وہ اپنی قوم کو نصیحت کرتا ہے کہ تمنے سچے خدا کو چھوڑ دیا۔ دیکھو تمہارے پاس عرب موجود ہیں وہ جھوٹے خداؤں کو نہیں چھوڑ سکتے لیکن یہ ایک کتاب ہے جس نے ان عربوں کو ایسا بنایا اور وہ عزت دی کہ وہ دنیا کے ہادی۔ معلم۔ نور اور ہدایت بنگئے اس کا ذریعہ صرف قرآن کریم ہی تھا جو ان کے واسطے شفا۔ نور۔ اور رحمت ہوا۔

قرآن کریم کا دائیں جانب ہونا تمہارے لئے خوش بختی کی فال ہے اور یہ وہی کتاب ہے جو کہ دائیں جانب ہونی چاہئے اس سے یہ تفاول ہے کہ تمہارے دائیں ہاتھ میں ہو اور کرۂ ارض کی طرف اشارہ کر کے اور دوسری طرف یہ ہے جسپر زندگی چل رہی ہے۔ کتاب الدین بھی اس کی ترتیب اسی طرح سے ہے کہ اوّل آسمان کا ذکر ہے تو پھر زمین کا موجودہ ضرورت کے لحاظ سے تمکو اس قرب الٰہی کے حاصل کرنیکی ضرورت ہے۔ جس سے عرب کی نابود ہستی بود ہو کر نظر آئی وہ ذریعہ قرآن کریم ہے کہ جس سے اس کرہ پر انکو حکمرانی حاصل ہوئی تھی۔ اسوقت اس کے بڑے حصے ایشیا اور افریقہ اور یورپ ہی تھے جنکو مخلوق جانتی تھی اور اس قرآن کی بدولت ان معلوم حصص پر ان کی حکمرانی ہوئی مگر اس کے ساتھ ہی اصلی جز فضل الٰہی کا سائبان بھی اپر تھا۔ ورنہ قرآن تو وہی موجود ہے اور اسوقت اہل اسلام کی تعداد بھی اسوقت سے اضعاف مضاعفہ ہے۔ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں بڑے لکھوں کی تعداد ۳۰ سے زیادہ ہرگز نہ تھی۔ خطرناک قوم کے مقابلہ پر سخت جنگ کی حالت میں ۳۰۰ سے زیادہ سپاہی نہ تھے جنگ خندق میں . . . . تھے اب باوجود اس کے کہ اسوقت سے بہت بہت زیادہ تعداد موجود ہے مگر وہ بات نہیں ہے نہ وہ عزت نہ آبرو نہ اندرونی خوشی نہ بیرونی تو اس بات کی جڑ یہ ہے کہ اوس زمانہ میں جسوقت قرآن نازل ہوا اسکی قدر کی گئی اسکو دستور العمل بنالیا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل عرب جو اوّل کچھ نہ تھے پھر سب کچھ بن گئے۔ قرآن شریف کے ابتدائی الفاظ میں لکھا ہے ذالک الکتاب لاریب فیہ نبی کریم صلعم نے اس کتاب کا ادب اس طرح سے کیا کہ آپ کے زمانہ میں سوائے قرآن کے اور کوئی کتاب نہ لکھی گئی اسوقت بھی خوشقسمتی سے وہی کتاب موجود ہے۔ اگر کوئی اور بھی اسوقت کی لکھی ہوئی ہوتی تو پھر یہ جوش نہ ہوتا یا خدا اور کوئی راہ کھول دیتا۔ غرضکہ اس کتاب کی عزت سے فضل الٰہی کا وہ سایہ قایم ہوا۔ جیسے اسوقت تم لوگ آسائش سے بیٹھے ہو سائبان تمپر ہے دھوپ کی تپش سے محفوظ ہو۔ اسی طرح وہ لوگ جو کہ جنگلوں میں اور دور دراز بلاد میں رہتے تھے۔

وہ اس کے ذریعہ سے اس کی زندگی بسر کرنے لگے۔ تمام ترقیوں عزت اور حقیقی خوشی کی جڑ یہ کتاب ہے وہ اسی کے ذریعہ سے ہم اس کرۂ ارض اپر حکمرانی کرتے ہیں اور اسی کے ذریعہ سے فضل الٰہی کا سایہ ہم پر پڑ سکتا ہے۔ یہ نہ خیال کرو کہ ایرانی سلطنت ایسی راحت میں ہے ہرگز نہیں۔ جسقدر وہ اس کتاب سے دور ہے اسی قدر اسمیں گند ہے۔ مگر تمکو ان باتوں کا علم نہیں ہے۔ بڑے بڑے لائق۔ چالاک اور پھرتی سے بات کرنیوالوں کے ساتھ ناچیز کی بحالت میں مقابلہ ہوا ہے مگر میں قرآن کے ہتیار رکھے جب میں نے ان سے بات کی ہے تو ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگ گئیں ایک انسان جو کہ بیماریوں میں مبتلا ہو بظاہر تم اسے خندہ اور خوش دیکھ سکتے ہو مگر اندر سے دکھ اسے [illegible] بنا رہا ہے یاد رکھو خوشی کا چشمہ قلب پھر عقل پھر حواس ہیں اس کے بعد جسم میں خوشی ہوتی ہے مگر جو لوگ غموں میں مبتلا ہوں ان کو حقیقی خوشی نہیں ہوا کرتی۔

میں تم کو ایک بچہ کا قصہ سناتا ہوں کیونکہ تم بھی بچے ہو گو وہ عمر میں تم سب سے چھوٹا تھا اس کا نام یوسف تھا جب وقت بھائیوں نے اسے باپ سے مانگا اور چاہا کہ اسے باپ سے الگ کر دیں اور جنگل میں جا کر ایک کنوئیں میں اوتار دیا اب تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کی کیا عمر تھی۔ اگرچہ وہ چھوٹا تھا اور ناواقف تھا مگر پھر بھی بچوں کی طرح باپ سے الگ ہونے اور نکالے جانے کا اسے علم تھا اور یہ جانتا تھا کہ اس سے دکھ ملتا ہے ذرا سوچو تو جب ایک بچہ کو اسکی ماں سے الگ کیا جاتا ہے تو بچہ کا کیا حال ہوتا ہے۔ پھر بچے بھوتے کے نام سے دب جاتے ہیں۔ سہم جاتے ہیں اور اوس کو وہ تاریک کنواں دکھایا گیا جس میں اسے اوتارا گیا نہ اوسوقت کوئی یار نہ آشنا نہ ماں اور نہ باپ اگر ہوتے بھی تو اسے وہ بات نہ بتلا سکتے جو خدا نے بتائی اور انکو کیا علم تھا کہ اسکا انجام کیا ہوگا مگر خدا کا سایہ اسپر تھا۔ خدا نے اسے بتلایا لتنبئنهم بامرهم هذا وهم لا يشعرون کہ اے یوسف دیکھ تجھے باپ سے الگ کیا تیری زمین سے تجھے الگ کیا اور اندھیرے کنوئیں میں ڈالا۔ مگر میں تیرے ساتھ ہونگا اور اس طریق کی تعبیر کو تو بھائیوں کے سامنے بیان کریگا اور ان کو اس بات کا شعور نہیں ہے دیکھو دنیا میں باپ نہیں کر سکتا نہ وعدہ دے سکتا ہے کہ یوں ہوگا۔ یا جاہ و جلال کے وقت تک یہ تندرستی بھی ہوگی ایک باپ بچے سے پیار تو کر سکتا ہے مگر وہ اس کے آئندہ کی حالت کا کیا اندازہ لگا سکتا ہے۔ ان باتوں کو جمع کرکے دیکھو اگر کوئی انسان تسلی دیتا تو بچہ کو پیار کرتا گلے میں ہاتھ ڈالتا اور اسے کہتا کہ پھر بھی دیویں گے۔ مگر خدا کی ذات کیا رحیم ہے وہ فرماتا ہے لتنبئنهم بامرهم هذا ہم وہ عروج دیویں گے کہ تو ان [illegible] بتلا دیگا

یہ حقیقت ہے اس سایہ کی جسے میں چاہتا ہوں تمپر ہو

علوم کی تحصیل آسان ہے مگر خدا کے فضل کے نیچے اسے تحصیل کرنا یہ مشکل ہے۔

کالج کی اصل غرض یہی ہے کہ دینی و دنیوی تربیت ہو مگر اول فضل کا سایہ ہو پھر کتاب پھر دستور العمل ہو اس کے بعد دیکھو کہ کیا کامیابی ہوتی ہے فضل الٰہی کے لئے پہلی بشارت پیارے عبدالکریم نے دی ہے وہ کیا ہے۔ حضرت صاحب کی دعائیں ہیں میں ان کو کیا سمجھتا ہوں یہ بہت بڑی بات ہے اور یقیناً تمہارا ادراک سے بالاتر ہوگی مگر میں کچھ بتلاتا ہوں۔

مخالفوں سے انسان ناکامیاب ہوتا ہے گھبراتا ہے ایک ہیڈ ماسٹر کی مخالفت کرے تو اسے مدرسہ چھوڑنا پڑتا ہے جسقدر مہتمم مدرسہ کے ہیں اگر وہ سب مخالفت میں آویں تو زندگی بسر کرنی مشکل ہو اگرچہ افسر بھی ڈاکٹروں کے محتاج ہیں مگر ایک ذرہ سے نقطہ سے [illegible] تنگ میں رہنا مشکل ہو جاتا ہے اب اسپر اندازہ کرو ہر ایک کی مخالفت انسان کو کیسے مشکلات میں ڈالتی ہے۔ لیکن ہمارے امام کی ساری برادری مخالف ہے رات دن یہی خیال ہے کہ اسے دکھ پہنچے پھر گاؤں والے مخالف حالانکہ ان کو نفع پہنچتا ہے میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ مرزا صاحب کے طفیل تمہاری کتنی آمدنی ہو گئی ہے تو کہا بیس روپے ماہوار زیادہ ملتے ہیں علیٰ ہذا القیاس ان گدہے والوں اور مزدوروں سب سے دریافت کرو تو یقین ہوگا کہ ان کے واسطے ہمارا یہاں رہنا کیا بابرکت ہے مگر ان سب کے دلوں میں ایک آگ بھی ہماری طرف سے ہے باوجود ہم کو منتفع ہونے کے پھر بھی ان کے اندر ایک گدگدی ہے کہ یہ یہاں کیوں آگئے ابھی ایک مینار بن رہا ہے۔ اگر کوئی میرے جیسا خلیق ہوتا تو راستہ کو توڑ کر مینار ایک کونہ میں بناتا مگر یہی مجسم رحم انسان مرزا غلام احمد نے اسے مسجد کے اندر بنایا کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو ان لوگوں کو غیرت نہیں آتی کہ کیا ان دو ساڑھے آئینہ والوں کی عقل ماری گئی ہے کہ دوڑے چلے آتے ہیں یہ کہاں کے فلاسفر ہوتے جو ایسی بات کرتے ہیں کیا ان کے تجارب ہم سے زیادہ ہیں یا معلومات میں ہم سے بڑہ کر ہیں شرم کے مارے کچھ جواب تو نہیں دے سکتے یہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی مت ماری گئی ہے کہ روپیہ اپنا کہاتے ہیں اور یہاں رہتے ہیں۔ یہ حال تو گاؤں کی مخالفت کا ہے پھر سب مولوی مخالف گدی نشین مخالف شیعہ مخالف سنی مخالف۔ آریہ مخالف مشنری مخالف دہریوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا مگر وہ بھی مخالف اور نہایت خوفناک دشمن اس سلسلہ کے ہیں ان تمام مشکلات کے مقابلہ میں دیکھو وہ (حضرت امام) کیسے کامیاب ہے کیا تمہارا دل نہیں چاہتا کہ تم اس طرح کامیاب ہو یہاں ہمارا رہنا تمہارا رہنا سب اسی کے نظارہ ہیں کہ باوجود اسقدر مخالفت کے پھر پروانہ وار آگھیر کرتے ہیں اس کا باعث یہی ہے کہ وہ کتاب اللہ کا سچا حامی ہے اور رات دن دعاؤں میں لگا ہوا ہے۔ اس لڑکے سے بڑہ کر کوئی خوش قسمت نہیں ہے جس کیلئے دعائیں ہوں۔ مگر ان باتوں کو وہی سمجھتا ہے جس کی آنکھ بینا اور کان شنوا ہو۔ لتنبئنهم بامرهم هذا کی صدا یوسف کے کان میں پڑی اس سے سوچو کہ خدا کا فضل ساتھ ہوتا ہے تو کوئی دشمن ایذا نہیں پہنچا سکتا کس طرح کے جاہ و جلال اور بحالی یوسف کو ملی اور سب سے عجیب بات یہ کہ ان بھائیوں کو آخر کہنا پڑا انا کنا لخاطئین اس کا جواب یوسف نے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم۔

یہ سب کچھ اللہ پر یقین کا نتیجہ تھا تم بھی اللہ پر کامل یقین کرو اور ان دعاؤں کے ذریعے جو کہ دنیا کی مخالفت میں پہر بھی فضل چاہو کتاب اللہ کو دستور العمل بناؤ تاکہ تمکو عزت حاصل ہو باتوں سے نہیں بلکہ کاموں سے اپنے آپ کو اس کتاب کے تابع ثابت کرو ہنسی تمسخر ٹھٹھا ایذا گالی یہ سب اس کتاب کی تعلیم کے خلاف ہے۔ جھوٹ سے لعنت سے تکلیف اور ایذا دینے سے مخالفت اور لغو سے بچنا اس کتاب کا ارشاد ہے صوم اور صلوٰۃ اور ذکر شغل الٰہی کی پابندی اس کا اصول ہے۔

تمہاری تربیت کی ابتدائی حالت ہے اگرچہ تربیت کرنیوالے اس قابل نہیں ہیں کہ تمکو اعلیٰ شان تک پہنچا ویں مگر کوئی کمزوری اور نقص اگر انتظام میں ہے تو اس کی اصلاح تمہارے ہی ہاتھ میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وکذالک نولی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون یعنے اسطرح ہم ظالموں کو ظالموں پر والی کرتے ہیں تاکہ اپنے اعمال کا نتیجہ بھوگیں پھر فرماتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم پس اپنی اصلاح میں لگو کہ مصلح تمہارا متولی ہو اور اللہ تم کو توفیق دے کہ فضل خدا کا سایہ تمپر ہو اس کی کتاب تمہارا دستور العمل ہو کرۂ زمین پر عزت سے زندگی بسر کرو دنیا کیلئے نمک نور اور ہدایت ہو جاؤ اپنی کمزوریوں کیلئے دعا کرو اپنے حکمرانوں کیلئے دعا کرو اور کوشش کرو کہ یوسف کی طرح بن جاؤ۔

آمین۔

حضرت حکیم الامت اس تقریر کے بعد کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے اور پھر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب نے اپنی اپنی نظمیں پڑھیں ازاں بعد جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ خدا کے فضل و احسان سے افتتاح کالج کی رسم ادا ہو چکی اور اس خوشی میں آج مدرسہ کو رخصت دی جاتی ہے۔ اسکے بعد دعا کی گئی اور جلسہ برخاست ہوا +

قوم کی خدمت میں التماس

افتتاح کالج کی روئیداد ناظرین الحکم کے سامنے پیش کرنے کے بعد ہم اپنی قوم کی خدمت میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس وقت تک تعلیم الاسلام ہائی سکول نے جس قدر ترقی کی ہے اس کا جہاں تک اسباب سے تعلق ہے وہ قوم کی سرپرستی اور اعانت سے ہوئی ہے اگرچہ ان ساری ترقیوں کی جڑ حضرت اقدس کی دعائیں ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کو جذب کرتی رہی ہیں اور آئندہ جو کچھ ترقی ہوگی وہ بھی محض خدا ہی کے فضل سے اور حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کی برکت سے لیکن ہماری قوم کا فرض ہے کہ بلحاظ اسباب کالج کی ہر قسم کی اعانت کے لئے فیاضی سے کام لیں حضرت حجۃ اللہ کالج کی بہتری اور ترقی کیلئے تو یہاں تک خواہشمند ہیں کہ آپ نے لنگر خانہ کے چندہ سے وضع کرکے مدرسہ کو چندہ دینے کی بھی تاکید کر دی تھی جس سے بڑھ کر اور کوئی طریق اس ہمدردی اور دلچسپی کے اظہار کا نہیں ہو سکتا تھا جو آپ کو مدرسہ کے ساتھ ہے گویا لنگر خانہ کے پہلو بہ پہلو حضور مدرسہ کی ضروریات کو محسوس کرتے ہیں تو قوم خود سمجھ سکتی ہے کہ اسکو کس درجہ تک سمجھنا چاہئے۔ اب ہم اس روئیداد کو اس بات پر ختم کر دیتے ہیں کہ کالج کی پروفیسروں میں حضرت حکیم الامت دینیات کے پروفیسر حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب ادب عربی کے پروفیسر اور حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ریاضی کے پروفیسر ہیں جو آنریری طور پر محض خدا کے لئے کام کرتے ہیں جنکی جزا اللہ تعالیٰ ہی ان کو دے گا۔ اس سے ثابت ہو سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ کے ساتھ بزرگان ملت بھی اسی جوش اور ہمت کے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے ہیں جس کالج کے پروفیسر ایسے ایسے بزرگان ملت ہوں اس کے طلباء کی اخلاقی اور علمی حالت کس پایہ اور درجہ کی ہوگی اب قوم کا فرض ہے کہ وہ ہر طرح سے اپنے اس قومی کالج کی بہتری اور بہبودی کے لئے دل سے اور سب سے بڑھ کر دعاؤں سے مدد کریں ہم کوتاہ ٹھیریں گے اگر اس آرٹیکل کو ختم کرتے ہوئے جناب ڈائرکٹر صاحب کی سعی اور جانفشانی کا جو وہ کالج کیلئے کر رہے ہیں شکریہ ادا کریں نواب صاحب کا قریباً سارا وقت ان تجاویز اور امور کے سوچنے میں صرف ہوتا ہے جو کالج کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ اور قطع نظر اس کے جزاک اللہ عطیہ آپ کالج کے لئے دیتے ہیں وہ ناظرین سے مخفی

نہیں اور پھر بھی کالج کی بہت سی ضروریات کو تکمیل آپ کرتے ہیں۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا دو چند سعی اور سرگرمی دینے کی اس سے بھی بڑھ کر توفیق دے اور آپکے ارادوں میں استقامت اور اپنے مقاصد میں کامیابی

جلسہ سے فراغت پاکر عالیجناب نواب صاحب قبلہ نے اعلیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور افتتاح کالج کی اطلاعی عریضہ لکھا جسکو مع جواب حضرت اقدس ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ڈائرکٹر صاحب کا عریضہ

سیدی و مولائی طبیب روحانی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ حضور کی طبیعت ناساز ہے اور علالت کی وجہ سے حضور تشریف نہیں لا سکتے گو کہ اس سے ایک گونہ افسوس ہوا مگر کلمات جو مولانا موصوف نے بتا فرمائے ان سے روح تازہ ہو گئی اور خداوند تعالیٰ کے فضل اور حضور کی دعاؤں کے بھروسہ پر کارروائی شروع کی گئی جلسہ نہایت کامیابی سے تمام ہوا اور کالج کی رسم افتتاح ہو گئی۔ اطلاعاً گذارش ہے خداوند تعالیٰ حضور کو صحت عطا فرمائے حضور نے ... دعا فرمائی ہوگی اب بھی استدعائے دعا ہے۔ راقم محمد علی خاں۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ رات سے مجھ کو دل کے مقام پر درد ہوتی تھی اس لئے حاضر نہیں ہو سکا لیکن میں نے اسی حالت میں بیت الدعا میں نماز میں اس کالج کے لئے بہت دعا کی غالباً آپ کا وہ وقت اور میرے دعاؤں کا وقت ایک ہی ہوگا۔ خدا تعالیٰ قبول فرماوے۔

آمین ثم آمین۔ والسلام۔

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

اطلاع۔ ایڈیٹر الحکم ایک دینی اور قومی خدمت کیلئے اپنے ہیڈ کوارٹرز سے باہر ہے۔ ناظرین اخبار کی ترتیب یا اس کی اشاعت کے توقف و التوا کیلئے اسے معذور سمجھیں۔ ایڈیٹر

الحکم کے گذشتہ سالوں کے فایل

اکثر احباب الحکم کے گذشتہ سالوں کے فایل طلب کرتے ہیں اور بہت سا وقت محض خط و کتابت میں صرف ہو جاتا ہے اس لئے عام اطلاع کیخاطر شایع کیا جاتا ہے کہ گذشتہ سالوں کے بہت تھوڑے فایل موجود ہیں جن کی قیمت حسب ذیل ہے +

سال	قیمت
سنہ ۱۸۹۷ء صرف ۵ نمبر	عیم
سنہ ۱۸۹۸ء	لے
سنہ ۱۸۹۹ء	لے
سنہ ۱۹۰۰ء	لے
سنہ ۱۹۰۱ء	عہ
سنہ ۱۹۰۲ء	عہ

محصول ڈاک ذمہ دفتر ہوگا۔ یہ قیمت دو چند ہے۔ اور دسمبر سنہ ۱۹۰۳ء کے بعد غالباً سہ چند قیمت پر بھی نہ مل سکیں گے۔

متفرق نمبر ہر رقم نمبر کے حساب سے ملے گا

ان فایلوں کی کمی قیمت کے متعلق کوئی خط و کتابت نہ کی جاوے کیونکہ بہت ہی تھوڑے فایل موجود ہیں اور ان گراں بہا موتیوں کی وجہ سے جن کے یہ امین ہیں ان کی یہ قیمت کچھ بھی نہیں اور صرف قدردان ہی ان گذشتہ فایلوں کو خرید سکتے ہیں +

التماس

ہمارے معزز خریداران الحکم و تفسیر القرآن جب کبھی مطبع سے کسی طرح کی خط و کتابت کریں براہ کرم علاوہ اپنا نام مع پتہ خوش خط لکھنے کے نمبر خریداری بھی لکھا کریں جو ہم نے حال میں ہی ہر ایک خریدار کے لئے مطبوعہ چٹوں پر چھپوا دیا ہے ورنہ عدم تعمیل کی شکایت بیجا ہوگی دیکھا گیا ہے کہ بسا اوقات بہت سا عزیز وقت کا محض نام کی تلاش میں فضول ضائع ہو جاتا ہے۔ اسطرح سے کہ کسی مطبع کا حرج ہوتا ہے اور تعمیل خطوط میں بیجا دیر واقع ہوتی ہے جسکے ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے خریدار تکلیف پر نظر کرکے ہماری التماس کو نظرانداز نہ کرینگے۔ ایڈیٹر

خودشناسی و خود فراموشی

۱۹ جون ۱۹۰۳ء کے خطبہ کا خلاصہ

ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانسٰھم انفسھم اولٰئک ھم الفٰسقون - (سورہ حشر)

یہ آیت بڑی ڈرانے والی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے خدا کو چھوڑ دیا اس کی سزا اللہ تعالیٰ نے انکو یہ دی کہ انکو اپنا آپ بھلا دیا پھر فرمایا اولٰئک ھم الفاسقون یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے حدبندیوں کو توڑ ڈالا ہے حقیقت میں یہ بات بڑی ہی قابل غور ہے انسان جب اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دیتا ہے تو اس ترک کا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ اس سے خودشناسی کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور جب خودشناسی ہی نہ رہی تو پھر انسان ایک اندھے کی طرح بھٹکتا پھرتا ہے اور ایک دیوانے کی طرح از خود رفتہ ہو کر بہکتا رہتا ہے۔

دُنیا اور آخرت میں راحت بخش اور لذیذ چیز ایک ہی ہے جسکو خدا تعالیٰ کی سچی فرمانبرداری کہتے ہیں اور جو عبودیت کا حقیقی تقاضا ہے۔ جس سے اسجگہ اور بعد مردن بھی ہی سُکھ ملتا ہے لیکن اگر عبودیت کی حدود سے انسان نکل جاوے تو پھر تمام دکھوں کی جڑ وہ زہر ایسے تباہ کرنے لگتی ہے جس کو گناہ کہتے ہیں اور جو اس دنیا میں بھی انسان کو مجذوم اور مخذول بنا دیتا ہے۔ اور آخرۃ میں بھی مردود اور متروک کر دیتا ہے حقیقی فرمانبرداری خودشناسی سے پیدا ہوتی ہے اور گناہ کی زہر خود فراموشی سے۔ کیونکہ یہ کبھی ممکن نہیں کہ آنکھیں رکھنے والا بینا انسان جس کے حواس بھی مختل نہیں ہیں کبھی ایک سڑک پر چلتا ہوا خواہ مخواہ ان گڑھوں اور غاروں میں کود کر گر پڑے جو سڑک کے دائیں بائیں ہیں ان گڑھوں اور غاروں میں گرنے والے کیلئے یہی کہا جاوے گا کہ اسے نظر نہیں آتا اور یا اس کے حواس قائم نہیں اور وہ سمجھ نہیں سکتا کہ ان گڑھوں میں کودنے کا کیا نتیجہ ہو گا۔

پس یہ صاف طور پر سمجھ نہیں آتا ہے کہ عقل و بصیرت رکھنے والا انسان اپنی فطرت میں مضر اور نقصان رساں چیزوں سے بچنے اور آرام دہ چیزوں کے حصول کا مادہ رکھتا ہے جو اس فطرتی تقاضا کے خلاف کرتا ہے اس کی نسبت یہ فتویٰ اور فیصلہ صحیح ہو گا کہ اس کے عقلی قویٰ میں فتور ہے اور اس کی آنکھوں کی بصیرت میں نقصان۔

جو لوگ گناہ کی تاریکی میں مبتلا ہو کر ٹھوکریں کھاتے اور نقصان اٹھاتے ہیں وہ وہی ہیں جن کا نور اللہ تعالیٰ نے ان سے چھین لیا ہے اور اس نور کے چھینے جانے کی وجہ اور علت یہی ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کو ترک کر دیتا ہے تو خود متروک ہو جاتا ہے اور چونکہ خود قائم بالذات نہیں ہے اسلئے پھر ٹھوکریں کھاتا اور تباہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نور السمٰوات والارض ہے اس سے دور رہکر کوئی روشنی میں چل نہیں سکتا۔

پس یہہ بات کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ بالکل صحیح بات ہے جب تک انسان اپنی ہستی کا صحیح علم اور معرفت پیدا نہیں کرتا خداشناسی کا اسے پتہ نہیں لگ سکتا۔ اور خودشناسی کے لئے ضروری ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ یہ جس قدر قویٰ مجھکو دیئے گئے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں ان کو بیجا طور پر صرف نہ کیا جاوے۔ اس نادان بچے کی طرح جس کو تیشہ ہیزم شکنی کے لئے دیا گیا تھا مگر اس نے دیوار مسجد ہی کو توڑنا شروع کر دیا اور اُستاد کو کہنا پڑا کہ

> ترا تیشہ دادم کہ ہیزم شکن
> نگفتم کہ دیوار مسجد بکن

پس خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کو ترک نہ کرو تاکہ ایسا نہ ہو تم خود فراموشی کی لعنت کے نیچے آکر ہلاک ہو جاؤ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنے آپ کو شناخت کریں اور خدا تعالیٰ کے فضل کے لئے دعائیں کرتے رہیں کیونکہ ہم میں خدا تعالیٰ کا حقیقی نور چمک اٹھا ہے اور ہم پر حجت پوری ہو چکی ہے +

دربار شام

۵- جون ۱۹۰۳ء

ارشاد بعض لوگ جو ایک رکعت میں قرآن شریف ختم کرنا فخر سمجھتے ہیں وہ درحقیقت لاف مارتے ہیں۔ دُنیا کے پیشہ ور لوگ بھی اپنے اپنے پیشہ پر ناز کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس طریق سے قرآن کریم ختم نہیں کیا بلکہ چھوٹی چھوٹی صورتوں پر آپ نے اکتفا کیا۔

ارشاد ہر ایک شئے کی ایک اصل ہوتی ہے اور انعامات الٰہی کی بھی ایک جڑ ہے ہر ایک چیز جو ہم اللہ تعالیٰ سے طلب کر سکتے ہیں وہ ادعونی استجب لکم کے فرمودہ کے موافق ہی حاصل کر سکتے ہیں اور یہہ توفیق میسر آ سکتی ہی نہیں جبتک کہ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال نہ ہو۔

ارشاد گناہ بھی توبہ سے دور ہو جاتا ہے سچی توبہ عصمت و حفاظت کا پاک جامہ پہناتی ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر روز ستر دفعہ استغفار کیا کرتے تھے۔ اس کا یہی منشا رکھتا تھا کہ ہر ایک غفلت و کسل سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے اور اس کا صدور بالکل نہ ہو۔ فلا تزکوا انفسکم سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ معصوم و محفوظ رکھنا اللہ پاک کے فضل سے ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک نور و توفیق کا سرچشمہ فیضان الٰہی ہی ہے۔

۷- جون ۱۹۰۳ء

ارشاد۔ انبیاء کے ماننے کے مختلف طریق ہیں بعض ایسے اشخاص ہیں جو رویا صادقہ کے ذریعے ایمان لاتے ہیں اور بعض دلائل عقلی و نقلی کے ذریعہ اور بعض پیغمبروں اور ماموروں کے اخلاق فاضلہ دیکھکر الغرض ایمان لانے کے مختلف طریق ہیں مگر سب کو ایک ہی تنگ راہ سے گذرنا بہت ہی مشکل ہے بلکہ ہر ایک فردبشر کے الگ الگ مذاق کی رعایت رکھنا ضروری ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان لانیوالوں کی بھی الگ الگ حالتیں تھیں بعض آپکے جود و سخا دیکھکر ہی ایمان لائے اور بعض اور اور محامد و محاسن مشاہدہ کرکے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجود پاک میں تمام انبیاء علیہم السلام کے محامد کے جامع تھے جس کے سبب سے آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہلائے اس لئے آپ پر ایمان لانے والے بھی ہر ایک مختلف طور و طریق کو دیکھکر آپ کے پیچھے ہو لئے چنانچہ ایک بادشاہ ثمامہ کو جب اسیر کیا گیا اور اسکے رہا کر دینے کا حکم دیا گیا تو اُس نے کہا کہ پہلے آپ کا نام مبارک مجھے تمام ناموں سے زیادہ مذموم معلوم ہوتا تھا مگر اب تمام ناموں سے زیادہ محمود و پیارا معلوم ہوتا ہے اور اس شہر کو جسمیں آپ رہتے ہیں میں حقارت کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ مگر اب یہی محبوب ترین نظر آتا ہے۔ یہہ کیا بات تھی جس نے اس شخص کو گرویدہ بنا لیا یہ حضور علیہ السلام کی توجہ کا اثر تھا توجہ میں بھی ایک قوت قدسیہ ہوتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کو دیکھکر سنکر تعجب آتا ہے کہ انہوں نے نہ گرمی دیکھی اور نہ سردی اور نہ عزت اور نہ آبروئے سب دینوی فخر و ناز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر خاک میں ملا دیا ہر ایک ذلت آپکی نافرمانبرداری میں اور ہر ایک عزت آپکی اطاعت میں ہی سمجھی بھیڑ و بکری کی طرح آپکے سامنے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنیکے لئے ذبح ہو گئے کوئی قوم کوئی مذہب دنیا میں ہے جو سچی قربانی کی مثال صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بڑھ کر دکھا سکے سجان دکھیر سچا اخلاص دکھانا اسی کو کہتے ہیں۔ ان کے نفس بالکل کدورت دنیا سے پاک ہو چکے تھے جیسے کوئی گھر سے نکلکر ڈیوڑھی پر کھڑا ہو کر سفر کیلئے تیار ہوتا ہے۔

دیکھو ... دنیا کو چھوڑ کر آخرت کے واسطے تیار ہے
جو لوگ اس کے لئے کچھ کھوتے ہیں وہ اس سے
کہیں زیادہ پالیتے ہیں مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ
عنہم کو ہی دیکھو جو شخص اس زمانہ کے متمول تھے نیاہ
سے زیادہ آپکی اوقات وہ سو روپیہ کی ہوگی یا کچھ زیادہ
مگر چونکہ انہوں نے پورے اخلاص سے اپنے اثاثے کو
اللہ وحدت کو راہ مولا میں قربان کیا اس لئے اللہ تعالیٰ
نے اس کے اجر میں آپ کو قیصر و کسریٰ کے خزائن کا
مالک کر دیا۔ سب کچھ کامل ایمان و سچے اخلاص سے
ملتا ہے اللہ تعالیٰ کو ہی ہر بات میں اپنا کارساز و مولیٰ
جانے اور اس کی راہ میں اپنے آپ کی بھی قربانی کرنا اور
اپنے اوپر موت وارد کرنا ہی زندہ ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ
ہر ایک مومن پر طرح طرح کے ابتلا اور آزمائش لاتا ہے
کسی کو جنگ میں اترنے سے کسی کو روپیہ پیسے سے
کسی کو بیٹے کے قربان کرنے سے جیسے حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو یہ بات نہایت ہی قابل افسوس ہے
کہ اللہ تعالیٰ پر بھی بھروسہ کرے اور بندہ پر بھی
قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
شراکت سے خوش نہیں بلکہ فرماتا ہے جو کوئی اللہ تعالیٰ
کے حقوق میں اور دوں کا حصہ بھی مقرر کر دیتا ہے
اللہ تعالیٰ سارے کا سارا انہی کو دے دیتا ہے کیونکہ
غیرت الٰہی تفرقہ و توحید کو چاہتی ہے۔ شراکت
کو ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتی انبیاء کی زندگی کے واقعات
صاف بتلاتے ہیں کہ آپ کیسے آگے سے آگے قدم
بڑھاتے تھے۔ حالانکہ ان کے دشمن ہر آن انکی ذلت
و رسوائی کے ناکامیابی کے دل سے خواہاں اور امیدوار
تھے مگر غیرت الٰہی نے انکو باوجود اس کی تمام رکاوٹوں
کے ہر ہر موقعہ پر ہر میدان میں فتح و نصرت عطا کی
الغرض فتح و کشود کار کی کلید توکل و توحید ہے
دنیا میں دشمن سے دشمن اگر اور نہیں تو پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کی دانائی اور دانشمندی کا تو قائل
ہو جاتا ہے جیسے عیسائی قوم آپ کی کامیابی
دیکھ کر یہ تو بلا سوچے کہہ دیتے ہیں کہ آپ دانا تو
ضرور تھے اور یہی اس قوم کی نادانی کا ثبوت ہے
دانا آدمی کبھی بھٹک سکتا ہے خدا کا خوف دانائی
کا شروع ہے جسمیں دانائی ہے اس نے خوف الٰہی
کو دل میں رکھا اور جس نے خوف الٰہی دل میں رکھا
وہ سچا متقی ہوا اور متقی اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے
یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور
قوم نصاریٰ کی بطلان پر روشن دلیل ہے۔

۱۱- جون سنہ ۱۹۰۳ء

ارشاد۔ اللہ تعالیٰ کسی کی سعی کو ضائع نہیں کرتا
جوئندہ یابندہ
ارشاد۔ صاحب شریعت اور صاحب عرفان دو
برابر نہیں ہو سکتے ایک کا علم سماع پر موقوف
ہے دوسرا روئیت سے کہتا ہے ایک ہر ایک بات کا
ظنی علم رکھتا ہے دوسرا حقیقی عرفان۔
ارشاد۔ ذات پات نہ پوچھے کو۔
جو ہر کو بھجے سو ہر کا ہو۔
ایک سچا شعر ہے جو خدا تعالیٰ کی زبان دانی کرتا
ہے اللہ اوس کا ہو جاتا ہے مگر پرستش سے پہلے
معبود برحق کے صفات کا علم ہونا چاہئے۔

۱۲- جون سنہ ۱۹۰۳ء

استفسار۔ توریت میں لکھا تھا کہ کوئی نفس بغیر
کسی نفس کے قتل نہ کیا جاوے۔ خضر علیہ السلام نے
کیوں بچے کو قتل کیا اور پھر جناب موسیٰ علیہ السلام
کے اعتراض کو کیوں خلاف ادب سمجھا حالانکہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام بلحاظ شریعت منزل
حق پر تھے۔
ارشاد۔ من قتل نفس بغیر نفس کے آگے
او فساد فی الارض بھی لکھا ہے۔ فساد کا
لفظ بھی وسیع ہے جو کسی زمانہ میں فساد کا
موجب ہو سکتی ہے وہ آئندہ زمانہ میں قتل نفس
کا موجب بھی ہو سکتی ہے۔ حشرات الارض کو
دیکھو کیسے ہر روز مارے جاتے ہیں اس لئے کہ آئندہ
فساد کا موجب نہ ہوں جیسا کہا ہے قتل الموذی
قبل الایذا گویا ہر ایک موذی کا ایذا سے پہلے
ہی قتل کرنا بہتر ہے حالانکہ اس موذی نے ابھی
کوئی قتل نہیں کیا۔ مگر قانون قدرت بھی اس
قانون کے رواج کا نشان دیتا ہے قرآن کریم جیسی
شریعت آسمانی نے بھی یہی جائز رکھا اور عقل انسانی
بھی ایسی قتل حفظ ما تقدم کے لئے سبق دیتی
ہے۔ شرعی و الہامی امور الگ الگ رہتے ہیں
اس لئے کشفی یا الہامی امور کو شریعت کے تابع
نہیں رکھنا چاہئے وحی الٰہی کا معاملہ اور ہی رنگ
کا ہوتا ہے۔ اس کی ایک دو نظیریں نہیں بلکہ
ہزاروں نظائر موجود ہیں بعض وقت ملہم کو
الہام کے ذریعے ایسے احکام بتلائے جاتے ہیں کہ
شریعت کے رو سے انکی بجا آوری درست نہیں
ہوتی مگر ملہم کیلئے فرض ہوتا ہے کہ ان کی بجا آوری
میں ہمہ تن مصروف رہے ورنہ گنہگار ہوگا حالانکہ
شریعت اسے گنہگار نہیں ٹھہراتی۔ یہ تمام باتیں
من لدنا علما کے تحت میں ہوتی ہیں ایک جاہل
بے بصیرت بیشک اسے خلاف شریعت قرار دیگا
مگر یہ اس کی اپنی جہالت و کور باطنی ہے کہ ان
باتوں کو خلاف شریعت سمجھے۔ در اصل اہل اللہ
کے لئے وہ بھی ایک شریعت ہوتی ہے جس کی
بجا آوری اُن پر فرض ہوتی ہے۔ ابتداء دنیا سے
یہ باتیں دوش بدوش چلی آتی ہیں بعض شریعت
ظاہری وجہ کہتی ہیں امور دنیا کا پورا پورا
انتظام اہتمام کیا گیا ہے تاکہ اس کے انتظام میں بلحاظ
ظاہر کے کوئی بات خلاف طریق ظاہر نہ ہو شریعت
باطنی وہ ہے کہ بعض امور ظاہری۔ جو بادی النظر
میں کامل طور پر ظہور پذیر نہیں ہو سکتے الہام و
کشوف سے ظاہر اور رواج دئے جاتے ہیں شریعت
ظاہری کیلئے اہل کشف پر احکام نازل ہوتے ہیں
جو بعض امور کی حقائق پر مشتمل ہوتے ہیں اور
جب تک ملہم ان کی بجا آوری میں جان و جاں کوشش
نکرے۔ ممکن نہیں کہ اندرونی اصلاح کما حقہ
حقیقتاً ہو سکے اور یہ امور جو اہل کشف پر نازل
ہوتے ہیں شریعت کے در اصل مخالف نہیں ہوتے
بلکہ بعض حقائق کی تکمیل ہوتی ہے مثلاً کہا جاتا ہے
ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ جان بوجھ کر
اپنے آپکو ہلاکت میں نہ ڈالو گر ایک شخص کو حکم ہوتا
ہے کہ تو اپنے بچے کو دریا میں ڈال دے جیسے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی ماں کو حکم ہوا یا دریا چیر کر نکل جا جیسے
خود موسیٰ علیہ السلام کو یا مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام
کو کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر اور آپ کرنے لگ گئے یہ
امور شریعت سے ورا الورا ہوتے ہیں جن کو اہل حق
ہی سمجھتے ہیں اور وہی ان کو بجا لاتے ہیں ورنہ اسطرح
تو خدا تعالیٰ پر اعتراض ہوتا ہے حالانکہ خدا پاک کی
ذات ہر ایک نقص سے منزہ ہے ان کا شعور ہی
جانتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے خاص تعلق رکھتے ہیں ایسے
امور میں جلد بازی سے کام لینا نہیں چاہئے خدا تعالیٰ
نے یہ قصص اس لئے بیان فرمائے ہیں تا انسان ادب
سیکھیں مرید کا ادب اپنے مرشد کیلئے یہ ہے کہ وہ
اعتراض نہ کرے جو علم خدا تعالیٰ نے اس کے مرشد
کو دیا ہے وہ مرید کو نہیں دیا گیا ہے۔ اعتراض کرنے
سے سلب ایمان کا خطرہ ہے چاہئے کہ مرید متحمل
ہو۔ شریعت کا ایک رنگ ظاہر پر ہے اور ایک
محبت الٰہیہ پر جس کے ساتھ خدا تعالیٰ انکا خاص تعلق
ہوتا ہے ان پر کشف ہوتے ہیں۔ اور ایسے امور
ان سے صادر ہوتے ہیں کہ لوگوں کو اعتراض کا موقع
مل جاتا ہے موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض ہوا کہ
جشن کیوں کی آخر اس حرکت سے خدا کا غضب انپر
شروع ہوا اور جذام کے آثار نمودار ہوئے
اس سوال کا جواب کہ موسیٰ علیہ السلام نے
اعتراض کر نہیں کیوں جرات کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے ایک عظیم الشان ادب اسرار الٰہی کے دریافت
کرنے میں ایک عظیم الشان نبی کے ذریعہ سکھایا کہ جب
وہ نبی صاحب شریعت باوجود عالی مرتبہ ہونے کے راز الٰہی
میں ادب کی طرف راہبر کئے گئے تو تم امتی ہو کر بہت
ڈر کر قدم رکھو یہ ایسے امور ہیں کہ ظاہر شریعت
کو تو منسوخ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر در اصل

وہ شریعت کے اسرار ہوتے ہیں جس کی کنہ دراز کو معلوم کرنا انسان کا کام نہیں۔ جبتک کہ وہ علام الغیوب اپنے فضل و کرم سے خود مطلع نہ کرے حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں ایک طبیب کا قصہ حسب حال خوب لکھا ہے کہ اس نے ایک کنیزک کو مسہل وے دیکر ہلاک کر دیا حالانکہ وہ خود واجب القتل نہ ٹھیرا اور نہ قصاص لازم آیا اس لئے کہ وہ مامور تھا اس نے اپنے نفس سے اس کو قتل نہ کیا بلکہ امر سے کیا اسیطرح ملک الموت خدا جانے کس کس طرح ہر روز جانیں نکال رہا ہے مگر اس پر کوئی قتل یا خون کا مقدمہ چل نہیں سکتا وہ تو مامور ہے۔ ابدال بھی ملایکہ کے رنگ میں ہوتے ہیں۔ خدا اون سے کئی خدمات لیتا ہے بپیمانہ شریعت ظاہری سے ہر ایک امر کو ماپنا غلطی ہوتی ہے۔

بیعت

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ و

انتہی امر الزمان الینا الیسر

ھذا یا لحق

(نام ———) مقام - ضلع

رشتاب و امام الدین) ولد فتح الدین - خانپور - پٹیالہ

یوسف ولد بھولا - بی بی حلیمہ زوجہ یوسف - " " - "

تین لڑکے یوسف کے - اعظم ولد بھولا - " " - "

بوڑا - بی بی بنوں والدہ بوڑا - مولا بخش - " " - "

زوجہ شادی - زوجہ مولا بخش - ابن " - " " - "

ابن و یک دختر مولا بخش " " - "

عبد الرحمن ولد مولا بخش - ٹالوں - برہما

کاکا نمبر دار - کاکووال - لودہانہ

امام الدین صاحب - باغبانپورہ - لاہور

غلام محی الدین مارکر - فتووال - گورداسپور

منشی اللہ دین صاحب - رندھیر - گوجرات

شریف اللہ خانصاحب - پشاور - پشاور

رحمت اللہ خانصاحب - ہوشیارپور - ہوشیارپور

غلام محمد و محمد ولد صاحب دین - کوٹرہ جھنگ

صاحب بیبی زوجہ صاحب دین - عالم خاتون - " - "

بھاگ بھری زوجہ مراد - مراد - دلی - ولیداد - " " - "

تلی - احمد - بخشی - بھاگ بی بی - فاطمہ - " - "

فتح بی بی - برخوردار - محمد - اللہ یار - " - "

بخت بی بی - علی محمد - تلی - مراد - مراد - " - "

ولیداد - محمد احمد - ولی داد - محمد یار - کوٹرہ جھنگ

احمد یار - مراد - بی بی بھاگ - محمد کہرل - " - "

احمد - مولوی مولا بخش صاحب - " - "

محمد الدین - اسماعیل - ابراہیم - " - "

مسماۃ ست بھرائی - نور محمد صاحب - " - "

میاں محمد حسین - میاں علی محمد - سعد اللہ پور گجرات

اللہ جوایا - گل محمد - امام الدین - " - "

جوائی - امام بی بی - کرم الدین - " - "

امام الدین - غلام محمد - محمد عالم - " - "

فضل احمد - اہلیہ نظام الدین - " - "

فضل بی بی زوجہ امام الدین - " - "

امام الدین حسن بی بی - حسن دین - بھینی - لاہور

مہر الدین - مہر بی بی - " - "

نبی بخش - محمد بخش - احمد دین - چک کلاں - "

سلطان احمد - محمد دین - سید بیگم - محلہ ستھاں - "

محمد اشرف - امینہ بی بی - " - "

فضل النسا اہلیہ مرزا فتح بیگ صاحب - پنی - "

حافظ محمد یسین صاحب ولد چراغدین - بھیرہ - شاہپور

مولوی سید محمد محبوب صاحب - جھنگ - جھنگ

صوبہ صاحب - اہلیہ صوبہ صاحب - موری دروازہ لاہور

اطفال صوبہ صاحب - " - "

محمد الدین صاحب - شاہدرہ - "

جیون ولد شمس دین صاحب - سیالکوٹ - سیالکوٹ

چوہدری غلام حیدر خان ولد حسین بخش - بدوملی - "

محمد علی صاحب - انبالہ - انبالہ

مسماۃ بخت بھری - بستی بنڈی بخش جھنگ

وزیر محمد گگو - گنج - لاہور

محمد حیات صاحب - بہڑی - شاہ رحمن - گوجرانوالہ

اللہ دیا ولد وزیر - کلیر - انبالہ

قطب الدین ولد حاکو - رام گڑہ - جالندہر

سید احمد ولد عبد اللہ - فیروز والہ - گوجرانوالہ

مولا داد - احمد خان - علی محمد - فتح محمد - " - "

سردار خانصاحب - غلام قادر صاحب - " - "

داد علی صاحب - " - "

اللہ یار - غلام قادر - گوزروالہ - سیالکوٹ

شیر احمد خانصاحب - ریاست مالیرکوٹلہ

محمد علی خان صاحب - گھوڑوالہ - سیالکوٹ

غلام احمد صاحب - چک ۱۲۷

عطا محمد صاحب - ہوگہ - کپورتھلہ

شہاب الدین صاحب - بنڈوری - ہوشیارپور

اہلیہ شہاب الدین - " - "

مسماۃ رانی بنت شہاب الدین - " - "

امین الدین - امیر الدین - " - "

نور محمد صاحب - بی بی زینب - " - "

چراغ الدین صاحب - " - "

میاں عمر بخش صاحب - سیالکوٹ سیالکوٹ

عبد اللہ صاحب - شاہدرہ - لاہور

غلام علی نمبردار - چک ۵۳ - جھنگ

لبھو - اللہ بخش صاحب - اکہوال - گورداسپور

اہلیہ عبد المجید - دارہ عبد المجید - جہلم - جہلم

حیات - حافظ غلام محمد صاحب - چوہان - گجرات

ہاشم علی - عطا الہی - چک ۱۶۲ - جنڈانوالہ - جھنگ

امداد الہی - عطا محمد - " - "

عطا محی الدین صاحب - " - "

غلام محی الدین صاحب - " - "

علی محمد - طفیل محمد - " - "

شیر محمد صاحب - احمد بخش - لنگانوالے - گجرات

بھاگن زوجہ شیر محمد صاحب - " - "

امیر بی بی ہمشیرہ عطا الہی - چک نمبر ۱۶۲ جھنگ

اروڑا - جلال آباد - ملتان

قاضی شیخ احمد صاحب - بیری - گوجرانوالہ

اہلیہ شیخ احمد صاحب - " - "

اہلیہ فضل الدین - حسن محمد - چھنیس درگان - "

محسن صاحب - سوہناں - صالح محمد - " - "

بخشا - حسنا - سجادہ - اللہ دین صاحب - " - "

نظام الدین صاحب - نواب - مراد - " - "

حافظ محمد صاحب - اہلیہ حافظ محمد - کوٹ ہرا - "

الہی بخش صاحب - محمد علی صاحب - " - "

غلام محمد و اہلیہ غلام محمد - جالندھر - جالندھر

عبد الکریم صاحب - جہلم - جہلم

حکیم ابو عبد الغنی صاحب - ڈیلی والہ - گوجرانوالہ

رحمن - بہادروالے - "

قاضی فخر الدین صاحب پٹواری - " - "

محمد اکبر ملازم پولیس - گلگت - کشمیر

مولوی محمد ابراہیم صاحب - ابدال - گجرات

عیال مولوی محمد ابراہیم - " - "

مولوی احمد دین صاحب ہیڈ پوسٹماسٹر - دان - "

مولوی نور عالم صاحب واعظ - " - "

میاں چراغدین و غلام محمد - " - "

علی محمد - عبد الرحمن - چک ۵۳ - جھنگ

عبد اللہ صاحب - غلام فاطمہ - " - "

عبد الاحد صاحب - پسرور - سیالکوٹ

قمر الدین صاحب - علی محمد صاحب - " - "

خدا بخش صاحب - امرتسر - امرتسر

حافظ احمد دین صاحب - چک سکندر - گجرات

محمد اسمعیل صاحب - نوروالہ - لدہانہ

نبی بخش صاحب - لودہانہ - لودہانہ

محمد حیات ملازم نہر - حاکم بی بی - شاہپور - شاہپور

میاں اللہ دیا صاحب - قادر بخش - بنوڑ - پٹیالہ

خدا بخش یوسف - حافظ مولا بخش - " - "

فقیر محمد - ذاکر - محمد اکرم - محمد افضل محمد قاسم - غلام جنت - سمی - ڈیرہ اسمعیل

بخت بیری والدہ فقیر محمد - اہلیہ فقیر محمد - بخت بہری - میاں عمر صاحب - " - "

عمر الدین معہ عیال - مرار - کپورتھلہ

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی کے چھپکر شائع ہوا

انکار پر انکار اور تکذیب پر تکذیب کرکے اپنی عاقبت کو خراب کرتے ہیں اور اس بات کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے کہ اون کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ میری مخالفت کرنے والے کیا نفع اوٹھائیں گے کیا مجھ سے پہلے نبیوں صادقوں کی مخالفت کرنے والوں نے کوئی فائدہ کبھی اوٹھایا ہے؟ اگر وہ نامراد اور خاسر ہو کر اس دنیا سے اوٹھے ہیں تو میرا مخالف اپنے ایسے ہی انجام سے ڈر جاوے کیونکہ میں **خدا تعالیٰ کی** قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں صادق ہوں میرا انکار اچھے ثمرات نہیں پیدا کریگا۔ مبارک وہی ہیں جو انکار کی لعنت سے بچتے ہیں اور اپنے ایمان کی فکر کرتے ہیں۔

جو حسن ظنی سے کام لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ماموروں کی صحبت سے فائدہ اوٹھاتے ہیں۔ ان کا ایمان انکو ضائع نہیں کرتا بلکہ برومند کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صادق کی شناخت کیلئے بہت مشکلات نہیں ہیں ہر ایک آدمی اگر انصاف اور عقل کو ہاتھ سے نہ دے اور خدا کا خوف مدنظر رکھکر صادق کو پرکھے تو وہ غلطی سے بچایا جاتا ہے۔ لیکن جو تکبر کرتا ہے اور آیات اللہ کی تکذیب اور ہنسی کرتا ہے اوس کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی ہے۔ یہ زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان پر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کیلئے یہ مبارک ارادہ فرمایا کہ غیب سے اسلام کی نصرت کا انتظام فرمایا اور ایک سلسلہ کو قائم کیا میں ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اپنے دل میں اسلام کے لئے ایک درد رکھتے ہیں اور اوس کی عزت اور وقعت اون کے دلوں میں ہے وہ بتائیں کہ کیا کوئی زمانہ اس زمانہ سے بڑھکر اسلام پر گذرا ہے جس میں اسقدر سب و شتم اور توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گئی ہو اور قرآن شریف کی ہتک ہوئی ہو؟ پھر مجھے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس اور دلی رنج ہوتا ہے اور بعض وقت میں اس درد سے بیقرار ہو جاتا ہوں کہ ان میں اتنی حس بھی باقی نہ رہی کہ اس بیعزتی کو محسوس کرلیں کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی عزت اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی جو اس قدر سب و شتم پر بھی وہ کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا۔ اور اون مخالفین اسلام کے منہ بند کرکے آپ کی عظمت اور پاکیزگی کو دنیا میں پھیلاتا۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ اور اوس کے ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو اس توہین کے وقت اس صلوٰۃ کا اظہار کسقدر ضروری ہے؟ اور اس کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کی صورت میں کیا ہے مجھے بھیجا گیا ہے تاکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھلاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے۔ لیکن جن کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے حالانکہ اب یہ سلسلہ سورج کی طرح روشن ہو گیا ہے اور اسکی آیات اور نشانات کے اسقدر لوگ گواہ ہیں کہ اگر ان کو ایک جگہ جمع کیا جاوے تو ان کی تعداد اسقدر ہو کہ روئے زمین پر کسی بادشاہ کی بھی اتنی فوج نہیں ہے۔

اسقدر صورتیں اس سلسلہ کی سچائی کی موجود ہیں کہ ان سب کو بیان کرنا بھی آسان نہیں۔ چونکہ اسلام کی سخت توہین کی گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسی توہین کے لحاظ سے اس سلسلہ کی عظمت کو دکھایا ہے۔ مگر ہم لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ میں اپنے مدارج کو حد سے بڑھاتا ہوں میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میری طبیعت اور فطرت میں ہی یہ بات نہیں کہ میں اپنے لئے کسی تعریف کا خواہشمند بنوں اور اپنی عظمت کے اظہار سے خوش ہوں میں ہمیشہ [illegible] اور گمنامی کی زندگی پسند کرتا رہا لیکن یہ میرے اختیار اور طاقت سے باہر تھا کہ خدا تعالیٰ نے خود مجھے باہر نکالا۔ اور جسقدر میری تعریف اور بزرگی کا اظہار اس نے اپنے پاک کلام میں جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے کیا ہے یہ ساری تعریف اور بزرگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے احمق اس بات کو نہیں سمجھ سکتا۔ مگر سلیم الفطرت اور باریک نگاہ سے دیکھنے والا دانشمند خوب سوچ سکتا ہے کہ اسوقت واقعی ضرورت تھی کہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسقدر ہتک کی گئی ہے اور عیسائی مذہب کے واعظوں اور منادوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ اس سید الکونین کی شان میں گستاخیاں کی ہیں اور ایک عاجز مریم کے بیٹے کو خدا کی کرسی پر جا بٹھایا ہے اللہ تعالیٰ کی غیرت نے آپ کا جلال ظاہر کرنے کے لئے یہ مقدر کیا تھا کہ آپ کے ایک ادنیٰ غلام کو مسیح ابن مریم بنا کے دکھا دیا جب آپ کی امت کا ایک فرد اتنے بڑے مدارج حاصل کر سکتا ہے۔ تو اس سے آپ کی شان کا پتہ لگ سکتا ہے پس یہاں خدا تعالیٰ نے جسقدر عظمت اس سلسلہ کی دکھائی ہے اور جو کچھ تعریف کی ہے یہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عظمت اور جلال کیلئے ہے مگر احمق ان باتوں سے فائدہ نہیں اوٹھا سکتے۔

اسوقت صدی میں سے بیس سال گذر گئے ہیں اور آخری زمانہ ہے چودھویں صدی ہے کہ جسکی بابت تمام اہل کشف نے لکھا کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں آئیگا وہ تمام علامات اور نشانات جو مسیح موعود کی آمد کے متعلق پہلے سے بتلائے گئے تھے ظاہر ہو گئے۔ آسمان نے کسوف خسوف سے اور زمین نے طاعون سے شہادت دی ہے اور بہت سے سعادتمندوں نے ان نشانات کو دیکھکر مجھے قبول کیا اور پھر اور بھی بہت سے نشانات ان کی ایمانی قوت کو بڑھانے کیواسطے خدا تعالیٰ نے ظاہر کئے اور اسطرح پر یہ جماعت دن بدن بڑھ رہی ہے

اس مقام تک حضرت اقدس ابھی پہنچے تھے کہ خان عجب خانصاحب جو رقت قلب کے ساتھ چشم پرآب تھے اپنے پرجوش لہجہ میں بول اٹھے کہ **وجود جناب خود شہادت است**

گر کوئی ایک بات ہوتی تو شک کرنیکا مقام ہو سکتا تھا۔ مگر یہاں تو خدا تعالیٰ نے ان کو نشان پر نشان دکھائے اور ہر طرح سے اطمینان اور تسلی کی راہیں دکھائیں لیکن بہت ہی کم سمجھنے والے نکلے میں حیران ہوتا ہوں کہ کیوں یہ لوگ جو میرا انکار کرتے ہیں ان ضرورتوں پر نظر نہیں کرتے جو اسوقت ایک مصلح کے وجود کی داعی ہیں۔ وہ دیکھیں کہ روئے زمین پر مسلمانوں کی کیا حالت ہے؟ کیا کسی پہلو سے بھی کوئی قابل اطمینان صورت دکھائی دیتی ہے؟ شان و شوکت کی حالت تو سلطنت کی صورت میں نظر آسکتی ہے مسلمانوں کی سب سے بڑی سلطنت اسوقت روم کی سلطنت ہے لیکن اس کی حالت کو دیکھ لو وہ جیسی دانتوں میں زبان ہوتی ہے؟ اور آئے دن کسی نہ کسی خرخشہ اور مخمصہ میں مبتلا رہتی ہے علمی حالت کے لحاظ سے سب رو رہے ہیں کہ مسلمان پیچھے رہے ہوئے ہیں اور نت نئی مجلسیں اور کمیٹیاں قائم ہوتی ہیں کہ مسلمانوں کی علمی حالت کی اصلاح کی جاوے۔ دنیوی لحاظ سے تو یہ حالت اور دینی پہلو کے لحاظ سے تو بہت ہی گری ہوئی حالت ہے کوئی بدعت اور فعل شنیع نہیں ہے جس کے مرتکب مسلمان نہ پائے جاتے ہوں اعمال صالحہ کی بجائے چند رسوم باقی رہ گئے ہیں جیلخانوں کو جاکر دیکھو تو زیادہ مجرم مسلمان دکھائی دیں گے کس کس بات کا ذکر کیا جاوے مسلمانوں کی حالت اسوقت بہت ہی گری ہوئی ہے اور اون پر آفات پر آفات نازل ہو رہی ہیں مگر کیا مسلمان ابھی چاہتے ہیں کہ وہ اور پیسے جاویں اس سے بڑھ کر اون کی ذلیل حالت کیا ہوگی کہ وہ پاک دین جو بے نظیر دولت اون کے پاس تھی اور ایمان جیسی نعمت وہ کھو بیٹھے ہیں اور مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے والے عیسائی ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے اور اسلام کا مسخر اوڑاتے ہیں اور یا اگر کھلے طور پر عیسائی نہیں ہوئے تو عیسائیوں کے علوم فلسفہ و طبعی سے متاثر ہو کر مذہب کو ایک بے ضرورت اور بے فائدہ شے سمجھنے لگ گئے ہیں یہ آفتیں ہیں جو اسلام پر آ رہی ہیں اور میں نہایت

درد اور افسوس سے سُنتا ہوں کہ اب بھی کہا جاتا ہے کہ کسی مصلح کی ضرورت نہیں؟ حالانکہ زمانہ خود پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اسوقت ضرورت ہے کہ کوئی شخص آوے اور وہ اصلاح کرے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ خدا تعالیٰ اسوقت کیوں خاموش رہتا جبکہ اسنے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون خود فرمایا ہے اسلام پر ایسا خطرناک صدمہ پہونچا کہ ایک ہزار سال قبل تک اسکا نمونہ اور نظیر موجود نہیں ہے یہ شیطان کا آخری حملہ ہے اور وہ اس وقت ساری طاقت اور زور کے ساتھ اسلام کو نابود کرنا چاہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو پورا کیا ہے اور مجھے بھیجا ہے تا میں ہمیشہ کیلیے اُس کا سر کچل دوں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ حاجت نہیں ہے ہم نماز و روزہ کرتے ہیں وہ جاہل ہیں انھیں معلوم نہیں ہے کہ یہ سب اعمال اُن کے مردہ ہیں ان میں روح اور جان نہیں اور وہ آ نہیں سکتی جبتک وہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کے ساتھ پیوند کریں اور اس سے وہ پانی حاصل نہ کریں جو زندہ کرنے والا پانی ہے۔ تقویٰ اسوقت کہاں ہے؟ رسم و عادت کے طور پر روزہ نماز کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا جب تک کہ خدا کو دیکھا نہ جاوے اور خدا کو دیکھنے کے لیے اور کوئی راہ نہیں ہے۔

(اس سفر میں حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھانسی اور نزلہ کی شکایت تھی یہاں تک پہونچکر پھر کھانسی کی شکایت ہوئی۔ اسپر آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا تھا کہ لوگوں کو کچھ سناؤں مگر کھانسی کی وجہ سے روک ہوتی ہے)

غرض اس وقت اسقدر ضرورتیں داعی ہیں کہ اُن کے بیان کرنے کے لیے بہت بڑا وقت چاہیے اور پھر اسقدر نشانات ظاہر ہوئے ہیں کہ انکی بھی ایک بہت بڑی ضخیم کتاب تیار ہوئی ہے میں نے ایک شعر میں ان دونوں باتوں کو جمع کرکے کہا ہے۔

آسمان بارد نشاں الوقت میگوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

حضرت حجۃ اللہ امام الملۃ کے مکتوبات

فاضل امروہی کے نام

(تحریری بیعت کرنیوالوں کو نصیحت۔ انوار الٰہیہ کے نزول کا طریق)

مخدومی مکرمی اخویم سید محمد احسن صاحب بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں نے آپکا نام اس کتاب میں لکھ لیا ہے جو بیعت کرنیوالوں کے لیے تیار کی گئی ہے لیکن اس فعل کا بطریق سنت واقعہ ہونا ضروری ہے کہ اس میں برکات ہیں جسوقت آپکو فرصت ہو اور حرج نہ ہو یا جبوقت اخویم مولوی محمد بشیر صاحب کو اس امر میں صحت نیت پیدا ہو جاوے اور وہ اس غرض کے لیے سفر کریں تب آپ مسنون طور پر عمل کرنے کے لیے تشریف لاویں سورۃ فاتحہ کا ورد نماز میں بہتر ہے بہتر ہے کہ نماز تہجد میں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کا بڑی توجہ و خضوع و خشوع سے تکرار کریں اور اپنے دلکو نزول انوار الٰہیہ کے لیے پیش کریں اور کبھی تکرار آیت ایاک نعبد وایاک نستعین کا کیا کریں۔ ان دونوں آیتوں کا تکرار انشاء اللہ القدیر تنویر قلب و تزکیہ نفس کا موجب ہوگا دوم استغفار طالب کے لیے ضروری ہے خدا تعالیٰ اپنی محبت میں آپکو ترقی بخشے اور استقامت نصیب کرے آمین ثم آمین

خاکسار غلام احمد عفی عنہ

(اس خط پر کوئی تاریخ درج نہیں ہے شاید فاضل امروہی بتا سکیں۔)

ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرمی مجبی اخویم مولوی سید محمد احسن صاحب سلمہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

عنایت نامہ جو اخلاص اور محبت سے بھرا ہوا تھا پہونچا۔ دنیا کے لوگ ہمیشہ اہل حق سے دشمنی کرتے رہے ہیں پھر اگر ہم سے بھی اگر کریں تو کوئی نئی بات نہیں ہے صرف اسقدر ضروری ہے کہ ہر ایک حاسد کے جور و جفا کے اخلاق سے برداشت کرنی چاہیے اور خدا کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور کثرت استغفار کی اپنی عادت ڈالنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور ہر بلا اور امتحان سے بچاوے ہمیشہ اپنی خیر و عافیت سے مطلع فرماتے رہیں۔ وزاد الدوام اب ہفتہ عشرہ تک انشاء اللہ نکلنے والا ہے والسلام خاکسار غلام احمد از لدھیانہ محلہ اقبال گنج ۱۷ اگست ۱۸۹۱ء

ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویم مخدوم مکرم مولوی سید محمد احسن صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ مع ایک ورق جوابات پہونچا آپ نے جو کچھ لکھا ہے بہت مناسب لکھا ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر بخشے فرمانے لگے تصنیف کچھ مضائقہ نہیں

جن لوگوں کو وہ نہیں خدا تعالیٰ نے مناسبت ہی نہیں دی اور نیک ظنی کی قوت نہیں بخشی انبیاء علیہم السلام سے بھی اصلاح پذیر نہیں ہو سکے ہر ایک انسان کا فطرتی مادہ اپنی کیفیت کی طرف اسکو کھینچ رہا ہے کل یعمل علیٰ شاکلتہ زیادہ خیریت ہے والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۲ اگست ۱۸۹۹ء

ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی

محبی مکرمی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یہ عاجز بباعث ضعف دماغ ایسا علیل ہو رہا ہے کہ ایک دو سطر لکھنا بھی مشکل ہوگیا ہے کتاب براہین احمدیہ کو جو بچہ مکمل اور من وجہ غیر مکمل ہے جیسی حمد اور بعد مخالف تالیفوں کے الہاً کے جواب میں اس عاجز پر منکشف ہوتے ہیں یا جو کچھ وقتاً فوقتاً بعض دقائق و معارف حدیثیہ تا ابتدائی اس عاجز پر کھلتے گئے ہیں وہ ابھی تک اس کتاب میں شامل نہیں کیے گئے اور اپنی تالیفات کا گھٹانا یا بڑھانا مصنف کرنا یا مجمل رکھنا اپنے اختیار میں ہوا کرتا ہے۔ پس جنہے ایسا اعتراض کیا ہے وہ معترض قلت تدبر کی وجہ سے ہے میں اسوقت لدھیانہ میں ہوں شاید ستیرہ روز اور اسجگہ رہوں والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

(اس خط پر کوئی مہر نہیں ہے لیکن ڈاک خانہ لدھیانہ کی مہر ۱۱ فروری ۱۸۹۰ء کی ہے۔ ایڈیٹر)

ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی

مخدومی مکرمی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایت نامہ پہونچا یقیناً یہ سچ ہے کہ کتاب کی طبع میں حد سے زیادہ توقف ہو گیا ہے لیکن یہ توقف محض حکمت و مصلحت الٰہی سے ظہور میں آئی ہے اور بہت سی روحانی بابرکت رکاوٹیں جنکا ذکر موجب طول ہے اس توقف کا موجب ہو گئی ہیں قرآن شریف بھی اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو ایک ہی دفعہ نازل ہو سکتا تھا لیکن تمام کام خدا تعالیٰ کے وقفہ اور تانی سے ہوتے ہیں۔ اب یہ عاجز بہت کوشش میں ہے۔ یقین ہے کہ جلد تر سب کام انجام پذیر ہو جائینگے ہمیشہ حالات خیریت آیات سے مطلع فرماتے رہیں والسلام خاکسار غلام احمد عفی عنہ

۱۸ اپریل ۱۸۸۹ء

ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی۔ مکرمی اخویم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عنایت نامہ پہنچا

* حضرت اقدس نے مکرر ہی فرمایا

الحمد للہ والمنۃ کہ خداوند کریم و رحیم نے آپ کو شفا بخشی نہایت خوشی ہوئی مع کتاب میں تجاذب الہی لیس گو میں اور ایسے موانع پیش آتے رہے ہیں کہ جنکی وجہ سے آج تک طبع حصہ پنجم و دیگر رسائل معرض توقف میں ہوتا گیا۔ مگر یہ حکمت الہی ہے دیر آید درست آید امید رکھتا ہوں کہ اللہ جلشانہ اپنے فضل و کرم سے خود تمام کام انجام پذیر کردیگا کہ سب کام اُس کے اختیار میں ہے ایک اشتہار ارسال خدمت ہے اسکو جہانتک ممکن ہو شایع کردیں زیادہ خیریت ہے

والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان۔

۷۔ جنوری ۱۸۸۵ء

ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی۔ مکرمی اخویم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنایت نامہ پہنچا مولوی صدیق حسن صاحب کے لئے جیسا کہ اشارہ ہوا تھا۔ اس عاجز نے دعا مغفرت کی تھی امید کی جاتی ہے کہ اون کے حق میں بہتر ہے انشاء اللہ تعالی ہمیشہ اپنے حالات سے مطلع و مطمئن فرماتے رہیں زیادہ خیریت ہے والسلام۔

خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۲۷۔ مارچ ۱۸۹۰ء

ایضاً

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مشفقی محبی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخلاص نامہ آنمکرم پہونچکر بدریافت خیر و عافیت خوشی ہوئی۔ یہ عاجز اب بفضلہ تعالی تندرست ہے مگر اس عاجز کے لڑکے کی طبیعت کسی قدر علیل ہے چونکہ ڈاکٹری علاج مناسب تھا اس لئے بٹالہ ضلع گورداسپور میں مع عیال یہ عاجز آگیا ہے اور علاج ہوتا ہے ابھی کوئی حصہ چھپنا شروع نہیں ہوا۔ دوسرا تردد اسی فکر میں ہوں کہ یہ کام جلد انجام پذیر ہوجاوے۔ خداتعالے آپ کو اپنی محبت عطا فرماوے آمین ثم آمین

خاکسار غلام احمد عفی عنہ

اس خط پر بھی کوئی تاریخ ثبت نہیں البتہ ڈاکخانہ بٹالہ کی مہر ۱۶ اکتوبر ۱۸۸۶ء کی اور بھوپال کی ۲۰ اکتوبر ۱۸۸۶ء کی ہے .... ایڈیٹر

ملفوظات احمدیہ

رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ فرقہ دراصل دونوں ایک ہی ہیں آدم زاد کی پرستش کرنے میں کوئی ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہے ایک بیٹے کی پرستش کرتا ہے تو دوسرا ماں کو بھی خدا بناتا ہے اور اس معاملہ میں وہ عقلمندی سے کام لیتا ہے جب بیٹا خدا ہے تو ماں تو ضرور خدا ہونی چاہیے مگر اب وقت آگیا ہے کہ انسان پرستی کا شیرازہ ٹوٹ جاوے (۳۰ ۔ ۹/۲)

مفتی محمد صادق صاحب کو فرمایا جبکہ انہوں نے مسترشد کا ایک خط سنایا کہ انکو نکتہ و کرتہ گذرتی جاتی ہے جوکرنا ہے اب کرلو ورنہ بدن قوی گزر ہوتے جاتے ہیں دس برس پہلے جو قوی تھے وہ آج کہاں ہیں گزشتہ کا حساب کچھ نہیں آئندہ کا اعتبار نہیں جو کچھ کرنا ہو وہی کو موجودہ وقت کو غنیمت سمجھ کر کرنا چاہیے اب اسلام کی خدمت کرلو اول تو تقوی پیدا کرو کہ ٹھیک اسلام کیا ہے؟ اسلام کی خدمت جو حسن نیت اور قناعت سے کرتا ہے وہ ایک معجزہ اور نشان ہو جاتا ہے جو جمعیت کے ساتھ کرتا ہے اس کا مزہ نہیں آتا۔ کیونکہ توکل علی اللہ کا پورا لطف نہیں رہتا اور جب توکل پر کام کیا جاوے تو خدا مدد کرتا ہے۔ اور یہ باتیں روحانیت سے پیدا ہوتی ہیں جب روحانیت انسان کے اندر پیدا ہو تو وہ وضع بدل دیتا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح پر صحابہ کی وضع بدل دی یہ سارا کام اسی کشش نے کیا جو صادق کے اندر ہوتی ہے یہ خیالات باطل ہیں کہ کئی لاکھ روپیہ ہو تو کام چلے خداتعالی پر توکل کرے جب ایک کام شروع کیا جاوے اور اصل غرض اُس کے دین کی خدمت ہو تو وہ خود مددگار ہو جاتا ہے اور سارے سامان اور اسباب بہم پہنچا دیتا ہے (۔۔)

جناب خواجہ کمال الدین صاحب کے ذکر پر فرمایا کہ بڑے سعید اور مخلص ہیں اور حقیقت میں مردانگی یہی ہے کہ جب تعلق پکڑے تو آخر تک نبھاوے یک در گیر و محکم گیر۔ (۔۔)

یہ مجلس خود اللہ تعالی نے پیدا کر دی ہے جس میں بیٹھ کر خدا نظر آتا ہے جو دوست ہم سے صاف کرتے ہیں مشرق مغرب میں کہیں چلے جاویں کسی جگہ وہ بات نہیں ملے گی کوئی ہفتہ نہیں ایسا گذرتا۔ جب ایک یا دو باتیں اسلام کی تائید میں پیدا نہ ہوتی ہوں۔ (۔۔)

جو لوگ سچے مذہب کے پیرو ہوتے ہیں خداتعالیٰ ان ہی کے ساتھ ہوتا ہے اون کے اور اون کے غیروں میں ایک امتیاز ہوتا ہے جو تائید وہ اسلام کی کرتا ہے وہ دوسروں کی نہیں کرتا اسلام کا خدا اپنے کلام کے ساتھ ایک ترنم عطا کرتا ہے جو اور کسی کو نہیں ملتا اور اس طرح پر وہ قدرت کے نشان دکھاتا ہے اور کوئی اون کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ہاں باتیں بنانے والے بہت ہوجاتے ہیں خداتعالی کی یہ عادت نہیں کہ انسان کے تابع ہو بلکہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے تابع ہوں۔

آج ہمیں کوئی دکھاوے کہ اسلام کے سوا کونسا مذہب ہے جو اللہ اور اس کی مخلوق کے لئے پاک ثابت کرتا ہو۔

دنیا ایسی ہے کہ یہ آرام کی جگہ نہیں بلکہ ایک غارستان ہے خوشی کی جگہ نہیں اس کے ساتھ آلام و اسقام لگے ہوئے ہیں ہمارے خاندان میں پچاس کے قریب آدمی تھے وہ قریباً سب کے سب خاک کے نیچے چلے گئے بچوں بیویوں میں ابتلا آتے ہیں اس سے بھی انسان کو سبق ملتا ہے اس پر دنیا کی بے ثباتی اور حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ انسان چونکہ دو محبتوں کا مجموعہ ہے کیونکہ انسان اصل میں انسان ہے اس لئے اس میں انس شفقت کا مادہ زیادہ ہو اگر اس میں یہ قوت نہ ہو تو بچوں اور دوسرے کمزور لوگوں کی پرورش کیونکر کرتا حقوق کا ادا کرنا دوستی کے تعلقات یہ سب انس کرواتے ہیں۔ آج پھر میں دیکھتا ہوں کہ جسقدر یہ سلسلہ بڑھتا جاتا ہے اسیقدر یہ تعلقات بڑھتے جاتے ہیں اور متعلقین کا غم اور فکر بڑھ رہا ہے اور ہر روز کسی نہ کسی عزیز یا دوست کی تکلیف کی کوئی نہ کوئی خبر آجاتی ہے تو میں اس سے سخت کرب اور بے آرامی میں رہتا ہوں اور بعض وقت قریباً تنگ حالت ہوتی ہے کہ نیند بھی نہیں آتی یہ سچی بات ہے کہ جسقدر تعلقات بڑھتے ہیں اوسی قدر غم اور فکر بڑھتا ہے حضرت عیسے علیہ السلام کا حال لکھتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں بڑا آزاد ہوں۔ کیونکہ بے تعلق ہوں۔ مگر یہ کوئی فضیلت اور خوبی نہیں ہے۔ اس سے اخلاق کے سارے شعبے مکمل نہیں ہوتے۔ یہ نقص کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بچے مرے تھے آپ نے جذبات غم اور رضا بالقضا کا کامل نمونہ دکھایا جیسی اور کی زندگی میں کہاں ملتا ہے

حضرت حکیم الامت کے ارشادات

تمام صداقتیں جو پہلی کتابوں میں پائی جاتی ہیں وہ قرآن شریف میں موجود ہیں مگر زبر الاولین اور کتاب اللہ میں اتنا فرق ہے کہ پہلی کتابوں میں وہ صداقتیں مدلل اور مبرہن نہیں ہیں اور قرآن شریف اون کو مدلل اور مبرہن ..... کرکے بیان کرتا ہے۔

قرآن شریف کی تلاوت کرو مگر عمل کیلئے اور اگر قرآن شریف میں کوئی آیت ایسی با وجود و ہر معلوم ہو اور ایسا نظر آوے کہ اوسپر عمل نہیں ہو سکتا تو یاد رکھو ایسا خیال سخت خطرناک ہے اسی وقت استغفار کرو۔ کیونکہ یہ حالت شیطان کی ہوتی ہے جو قرآن شریف اوس کے لئے باعث راحت نہیں ہے۔ پس تم ایک ڈائیری بناؤ اور اسمیں وہ تمام باتیں جو تم سنو پڑھو درج کرو۔ اور انہیں غور کرو۔ کہ کیا تمہیں قرآن کریم سے لذت آتی ہے یا کسی اور کے کلام سے پھر تمہیں پتہ لگ جاوے گا کہ تم کون ہو۔

قرآن شریف نے دلائل قیامت بیان کرتے ہوئے ایک لطیف دلیل دی اور وہ یہ ہے قل سیروا فی الارض کہدو کہ ان ملکوں کی سیر کرو جہاں انبیاء علیہم السلام جو مصدق قیامت تھے آئے تھے۔ فانظروا کیف کان عاقبۃ المجرمین پس تم دیکھو کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں سے قطع کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔ یعنے جو لوگ مکذب و منکر قیامت تھے اون کے انجام پر نظر کرو۔ قیامت کا منکر جب قیامت کے قائل کے سامنے بشکل مخالف کھڑا ہوتا ہے اور مقابلہ کرتا ہے تو منکر ہلاک ہو جاتا ہے جس سے مصدق قیامت کے ساتھ تائید الٰہی ثابت ہوتی ہے اور یہی قیامت کی بین دلیل ہے۔

المودۃ فی القربیٰ اس کے معنے کرتے ہوئے حضرت حکیم الامت نے فرمایا۔

قربیٰ۔ وہ باتیں جن سے تم مقرب باللہ بنجاؤ (۱) میں چاہتا ہوں کہ یہ معنے سب سے مقدم ہوں نور الدین (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے یہ معنے کئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام قریش قریبی رشتہ دار تھے اور ان تمام میں باہم ہمیشہ جنگ و جدال رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے کچھ نہیں چاہتا۔ سوائے اسکے تم باہم کی لڑائیاں چھوڑ دو اور آپسمیں محبت کرو (۳) تمام مقربان خدا کے ساتھ محبت کرو۔ المقربین

السابقون الاولون من المھاجرین والانصار الاخیار۔ (۴) القربیٰ جمیع الاقارب۔ کنتم بنعمتہ اخوانا۔

اطاعت تین طرح سے ہوتی ہے۔ اول محبت اطاعت کا ذریعہ ہے۔ محبوب کے حکموں کی فرمانبرداری کیجاتی ہے اور سب سے بڑھکر محبوب خدا ہی ہے۔ دوم۔ خوف بھی ذریعہ اطاعت ہے۔ سب سے زیادہ احکم الحاکمین کا خوف رکھنا چاہیئے۔ اور وہ اللہ جلشانہ ہے۔ سوم۔ اپنی حاجت روا جو ہو۔ ہر حاجت کو پورا کرنیوالا حاجتوں پر پوری خبر رکھنے والا اور حاجتوں کے پورا کرنے پر قادر وہ صرف خدا ہی ہے۔

گناہ سے بچنے کے دو بڑے گُر ہمیشہ یاد رکھو اول ہر وقت دل میں یقین کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال دیکھتا اور جانتا ہے

دوم۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت پر ایمان لاؤ۔ واللہ مخرج ما کنتم تکتمون۔ یعنے جو گناہ تم پوشیدہ ہو کر کرینگے اللہ تعالیٰ اوسے ظاہر کردیگا۔

شیطان کبھی کبھی نیکی کے رنگ میں بھی انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے ایسے امراور وظائف بتلائے جاتے ہیں کہ انسان با جماعت نماز سے بچتا ہے پس انسان کو اپنی نیکیوں کا گمان اور غرور نہیں کرنا چاہیئے اور چونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف قویٰ دئیے ہیں اس لئے جو بات اسکو نہیں دی گئی اس کو چاہیئے کہ دوسروں سے لیکر اسکا فائدہ اٹھاوے اور اسمیں اپنی کسر شان نہ سمجھے اس لئے فرمایا ہے فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔

انما اموالکم واولادکم فتنۃ کے میں یہ معنے کیا کرتا ہوں کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد تمہیں کندن بنا دیتی ہے خدا تعالیٰ کا کوئی فعل عبث اور بیہودہ نہیں ہوتا بلکہ انسان ہی کی بہتری اور بہبودی کے واسطے ہوتا ہے اس لئے اولاد اور مال بھی انسان کو کندن بنا دیتا ہے ان کی خبر گیری۔ احتیاط۔ سلوک وغیرہ سے اس کی اخلاقی قوتوں کا نشوونما ہوتا ہے لیکن جس شخص کو ایسا موقع حاصل نہیں وہ ان اخلاق فاضلہ کو کیسے سیکھ سکتا ہے

اخوۃ

حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب سلمہ تعالیٰ کے ایک خطبہ کا ماحصل

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ

سب مومن آپس میں بھائی ہیں۔ پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح۔ محبت اور نیکی پھیلانے کی کوشش کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کرے ایمان والو! کوئی مرد کسی مرد سے ٹھٹھا نہ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جسکو ٹھٹھا کیا جاوے وہ ٹھٹھا کرنے والوں سے اچھا ہو اور باہم بھائیوں میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور ایکدوسرے کا چڑ کا نام نہ رکھو۔ کیونکہ ایمان لانے کے بعد ایسا مناسب نہیں ہے۔ اب بھی جو شخص توبہ نہ کرے اور گندی حالتوں کو نہ چھوڑے اللہ کے نزدیک وہ ظالم ہے

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان صفات ذمیمہ سے اجتناب کی ہدایت کی ہے جن کو چھوڑنے کے بغیر کوئی قوم قوم نہیں بن سکتی اور نہ وہ سچی محبت اور حقیقی اخوت قائم ہو سکتی ہے جو اسلام پیدا کرنی چاہتا ہے اور جس کی نظیر دنیا کی کسی قوم اور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عربوں کا یہ حال تھا کہ اُن میں کا ہر فرد واحد اپنے آپ کو فخر سے دیکھتا تھا اور دوسروں کو نہایت ہی حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور ایک دوسرے کے ایسے نام رکھتے جو اوس کی تذلیل کا موجب ہوتے اور اُس کو چڑانے یا اوس کی کسی خلقی نقص کو ظاہر کرنے۔ یہ بد عادت اسوقت بھی ہمارے ملک میں پھیلی ہوئی ہے اور کشمیر میں تو خصوصیت کے ساتھ بہت ہے میں نے دیکھا ہے کہ وہاں اصل نام سے بہت ہی کم پکارتے ہیں بلکہ کوئی نہ کوئی اور برا نام جو خواہ اس کے قد کے لحاظ سے ہو یا زبان یا کسی اور عضو کے لحاظ سے مگر چڑانے والا ہوتا ہے۔ اسے پکارتے ہیں۔

ان باتوں کا نتیجہ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ جھگڑے کینے۔ دشمنی۔ عداوت اور مقدمات ہوتے ہیں جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے ایسی باتیں عربوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بہت تھیں

لیکن آپ کی قوت قدسی اور قرآن کریم کی پاک تاثیر
کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ان عیبوں سے نجات
دی اور یہاں تک ان کی حالت بدل گئی کہ اگر کوئی
شخص آکر یہ بھی کہدے کہ فلاں شخص نے یہ گناہ
کیا ہے تو دوسرا ہرگز ہرگز یقین نہیں کر سکتا تھا وہ
باہم ایسی سینہ صاف جماعت ہوگئی تھی کہ خود اللہ تعالیٰ
نے ان کی نسبت فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم
من غل کسی قسم کی دشمنی اور کھوٹ ان کے سینوں میں
رہا ہی نہیں وہ باتیں جن سے کینہ و حسد اور غیظ و غضب
غصہ اور عداوت پیدا ہوتی ہے ان کا مادہ ہی ان کے
سینوں میں باقی نہیں رہا تھا وہ دنیا میں بھائیوں کی طرح
بسر کرتے تھے۔ جیسے فرمایا ہے۔ اخوانا علی سرر متقابلین
اسی آیت پر وجو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
اجمعین کی صفائی باطن و یگانگت اور اخوت
کی روشن دلیل اور زبردست شاہد ہے اور غور کرنے
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور
آپ کی متاثر صحبت کا زبردست ثبوت ملتا ہے کہ
آپ نے انہیں کیسی تبدیلی پیدا کر دی۔ حقیقت میں
یہ چھوٹی سی بات نہیں۔ بڑی عظیم الشان تبدیلی ہے
جس کا نمونہ کسی نبی کی امت اور قوم میں یقیناً نظر نہیں
آتا۔ کیا مسیح کے حواریوں میں یہ مثال مل سکتی ہے؟
کبھی نہیں!

اخوانا علی سرر متقابلین میں غور کرنے سے عجیب مزا
آتا ہے۔ دنیا میں اگر ایسی مجلس ہو تو کسی غریب کو
جوتیوں پر بیٹھنا پڑتا ہے اور امیر ہو تو اسے خاص جگہ
پر بٹھلاتے ہیں۔ غرض حسب مراتب نشست کا انتظام
ہوتا ہے اور سردار مجلس سے اوپر بیٹھتا ہے۔ مگر برخلاف
اس کے یہ نظارہ ہی اور ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
دو جہان کے شاہنشاہ تھے جن کے برابر کوئی بادشاہ
نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ آپ باوجود اسقدر عظمت
و عزت کے جو آپ کو حاصل تھی اپنے خدام کے زمرہ
میں جب بیٹھتے تھے تو کوئی امتیاز اور فرق نہ ہوتا تھا
اور بسا اوقات ایک اجنبی کو آکر پوچھنا پڑتا تھا۔ ایکم محمد
تم میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کوئی تخت یا مسند اپنے لئے الگ نہیں بنائی ہوئی
تھی جیسا کہ ادنیٰ دنیا کے فرزندوں میں رواج ہے
یہ پہلا عملی سبق تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے صحابہ کو یہی اخوت قائم کرنے کے لئے پڑھایا تھا
جب سید الکونین کا یہ حال ہے کہ وہ درویشوں کے
ساتھ مٹی پر بیٹھتا ہے تو اس کے اصحاب کب اپنے
آپ کو ایک دوسرے پر فضیلت دے سکتے تھے؟
علی سرر متقابلین کا لفظ بھی صاف بتا رہا ہے
کہ وہ برابر کے درجوں میں ہیں اگرچہ وہ کھجور کے پتوں
یا مٹی پر بیٹھے ہوں بلکہ بارش کے دنوں میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد جو کھجور کی تھی اور جس کی
چھت بھی مضبوط نہ تھی بلکہ کھجور کی لکڑیاں اور
پتیاں تھیں، ٹپک پڑتی تھی اور حضور کا جسم مبارک
کیچڑ سے بھر جاتا تھا۔ اب بظاہر گو ایسی جگہ ہے لیکن
خدا تعالیٰ نے ایسا کمال دیا ہے کہ وہ سب کے سب
تختوں پر بیٹھے ہوئے ہیں

الغرض میں ذوق کلام میں دور چلا گیا۔ ان
آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سچی اخوۃ کی تعلیم دی ہے
اور جو باتیں اس پاک رشتہ کی راہ میں روک
ہو سکتی ہیں ان سے بچنے کی ہدایت فرمائی۔ مگر
اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ تو صرف حکم ہے۔ یہ کس طرح
معلوم ہو کہ اس پر عمل بھی ہوا اور اس اخوۃ کا
کبھی کوئی وجود قائم بھی ہوا؟ میں اس کے جواب
میں کہونگا کہ قرآن شریف کا خدا کی کتاب ہونا اسی
سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے احکام پر عمل بھی ہوا اور
اس کے نتائج اور ثمرات دکھائے گئے۔ جیسا کہ
میں نے ونزعنا ما فی صدورہم من غل کی
آیت پیش کرکے دکھائی ہے۔ یہ آیت ثبوت ہے
اس حکم کی تعمیل کا۔ گویا پہلے ان انتڑیوں کو
دھو ڈالا ہے جن میں کینہ ہوتا ہے۔ کینہ میں ایک
دوسرے کی طرف پیٹھ کر دیتا ہے یا ہم بولتے نہیں
مگر اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
کا رسول اور اس کے اصحاب ایک دوسرے
کی طرف منہ کرکے بیٹھے ہیں اور گویا ان جانے
بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش ہوتے
ہیں۔

یہ عظمت اور یہ جلال اور مبارک قرآن شریف
ہی کی شان کے شایاں ہے کہ جو حکم وہ پیش کرتا ہے
اس کی تعمیل اور اس کے ثمرات اور نتائج کا
ثبوت بھی ساتھ ہی دیتا ہے کہ کسی تعلیم کی نسبت
یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ وہ ناقابل عمل ہے۔ انجیل
ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے کی تعلیم
تو دیتی ہے۔ لیکن کوئی پادری اور مشنری اور
بشپ ہمیں بتائے کہ کس وقت یہ تعلیم زیر عمل آئی
ہے کسی زمانہ میں بھی اس پر عمل نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا
ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن کریم کو ہاتھ
میں لیکر دنیا بھر کی کتابوں کو جھٹلا سکتے ہیں۔ ایسے
ہی کہیں یہ ثبوت نہیں ہے تورات انجیل اپنی
تعلیمات کا کوئی اثر اور نتیجہ ہرگز نہیں دکھا سکتی
ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ وید کے اندر بڑی بڑی
دعائیں مانگی گئی ہیں کہ ہمارے دشمنوں کو یوں
تباہ کر اور ہمیں یوں برومند کر مگر وید کی ان
دعاؤں کی ناکامی اور نامرادی عملی طور پر ظاہر ہوگئی
ہے کہ ہمیشہ سے یہ لوگ دوسروں کے ماتحت ہی
رہے اور وہ غلامی کا رسن جو ان کے گلے میں ڈالا
گیا اب تک نہیں کھلا مگر قرآن شریف نے جہاں
ایک طرف وانصرنا علی القوم الکافرین کی
دعا سکھائی دوسری طرف غالب کرکے دکھا دیا اور
ملکوں کے ملک عربوں کے زیر نگین ہوتے چلے گئے
یہ ایک بین ثبوت ہے قرآن مجید کی حقانیت اور
سچائی کا اور دوسری کتابوں کی ناکامی اور نامرادی
ہی ان کے ابطال کیلئے بس ہے۔

جو لوگ چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیم کے اثر اور
نتائج کو مشاہدہ کریں ان کو واجب ہے کہ وہ پہلے
عربوں کی اس حالت پر اطلاع پیدا کریں جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تھی اور پھر
دیکھیں کہ آپ کے آنے کے بعد اسکی حالت میں کیا
تبدیلی ہوئی؟ وہ جاہل تھے عالم بن گئے۔ سراسر
تاریکی تھی نور کے فرزند بن گئے۔ بالکل نادار اور
درویش تھے۔ دنیا کے فاتح اور شاہنشاہ بن گئے
ان کے رہنے کو مکان اور پاؤں میں جوتا تک
نہ تھا۔ لیکن قرآن کریم کی برکت سے رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی برکت سے۔ ایران۔ شام۔ روم اور
ہندوستان۔ چین۔ سپین۔ اور دوسری ولایتوں
کے خزانے زمین نے ان کے سامنے اگل دئے۔ میرے
دوستو! یہ تھوڑی سی بات نہیں۔ ایک قوم ایسی
ذلیل۔ کس مپرس۔ گمنام۔ مگر خدا کے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے طفیل سے قرآن کریم کے سبب سے
ان کو ایسا درجہ ملا کہ وہ ساری دنیا کے معلم کہلائے
دوستو! عزیزو! غور کرنے کا مقام ہے کہ وہ
کیا بات تھی جس کے اختیار کرنے سے ان کو یہ
عزت اور دولت ملی وہ یہی پاک تعلیم تھی جس کی
ہدایتوں نے ان کو پاک کر دیا وہ پہلے بدکاریاں
کرتے تھے۔ مگر قرآن کریم کے ماتحت ہوکر پاکباز
ہوگئے ایک دوسرے کو برے ناموں سے یاد کرتے
تھے۔ مگر ایمان لانے کے بعد ایک کی عزت دوسرے کی
عزت تھی بلکہ ہر ایک اپنی عزت سے زیادہ دوسرے
کی عزت کا پاس کرتا تھا۔ یہ کلید ان کو دی گئی
تھی جس سے سارے صندوقوں کے قفل کھل گئے۔

اگر میں اس وقت خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا
جس میں مضمون کو بہت ہی مختصر کرنا پڑتا ہے تو میں
اس اخوۃ کے نمونے آپ کو صحابہ کی سیرۃ میں دکھاتا
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت اور
قرآن کریم کی پاکیزہ ہدایتوں نے قائم کی تھی۔ میں
جب اسلامی تاریخ کو پڑھتا ہوں اور اس میں صحابہ
کی سیرۃ کو دیکھتا ہوں تو بعض اوقات بے اختیار
ہوکر وجد کی سی حالت مجھ پر طاری ہو جاتی ہے
اور میں کثرت سے درود شریف پڑھنے لگتا ہوں
کہ یہ کیسا عظیم الشان انسان ہے اور اس کے پاک
انفاس میں کیسی تاثیر ہے کہ ایسی اکھڑ قوم میں یہ
حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی میرے نزدیک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا اعجاز ہے کہ مادہ پرست
قوم کو بھی تسلیم کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ ایسے انقلاب

عظیم الشان کی کوئی مثال دنیا میں پیش کرے اگر وہ اس کے ماننے کے لئے طیار نہیں۔

اس زمانہ میں بھی بھائی بننے کا زور دیا گیا ہے۔ اور برادرہڈ کی تعلیم دی جاتی اور اس قسم کی سوسائیٹیاں اور مجلسیں بنائی جاتی ہیں۔ جنکے اغراض اخوۃ کا بڑھانا ہے۔ مگر ان انسانی تجویزوں کا نتیجہ کچھ نہیں اس لئے کہ ان میں وہ روح اور نمونہ نہیں جو اپنی پاک تاثیروں سے اثر ڈال سکے یہ فخر قرآن وہ صرف قرآن شریف ہی کو حاصل ہے کہ اس نے سب سے پہلے اس مسئلہ کو دنیا میں پھیلایا اور نہ صرف تعلیم دی بلکہ بنا کر دکھا دیا اور پھر بطور احسان ظاہر کیا۔

کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا۔

دنیا میں سچی اخوۃ قرآن شریف نے قائم کی اور پھر جب قائم ہوگی تو قرآن شریف کے ہی ذریعہ ہوگی اور آج پھر خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ دنیا میں سچی برادری قائم ہو اور اس کے لئے اس نے اپنا برگزیدہ امام بھیجا ہے جو اپنے طرز عمل اور پاک نمونہ سے اسی رشتے کو مضبوط کر رہا ہے اسوقت بھی دیکھ لو۔ کہ اس کی نشست کے لئے کوئی خاص امتیاز نہیں کیا گیا۔ اگرچہ وہ سب سے نرالا اور ممتاز ہے اور وہ ہر جگہ درخشاں ہے مگر وہ تکلف اور تصنع جو دنیوی مجلسوں میں ہوتا ہے نہیں ہے ایک ہی چٹائی پر آپ اور ایک معمولی آدمی آپ کے پاس بیٹھتا ہے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر سلطان روم یا خاقان چین بھی ہو تو بھی ایسا ہی ہو غرض یہ اپنے پاک نمونے سے دکھاتا ہے کہ ہمکو کیا کرنا چاہئے۔ پس میں آج پکار کر کہتا ہوں انما المومنون اخوۃ مومن بھائی بھائی ہیں۔ تم یاد رکھو کہ یہ آیت گویا اسوقت پھر اتر رہی ہے۔ خدا کا برگزیدہ رسول تم میں موجود ہے۔ اس کے بعد تم میں باہم کوئی عداوت اور کینہ نہ ہو۔ تم میں سے کوئی جو اعلیٰ النسب رکھتا ہے اپنے بھائی کو جسے یہ شرف حاصل نہیں حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے اور استہزاء نہ کرے۔ عالم جاہل کو ذلیل نہ سمجھے۔ دولتمند غریب پر نہ ہنسے بڑا چھوٹے پر ظلم نہ کرے۔ غرض تم میں سے ہر ایک ایک دوسرے کی عزت کو اپنی عزت اور اس کی ذلت کو اپنی ذلت سمجھنے والا ہو۔ کسی کا کوئی بدنام نہ رکھو کسی کے عیب سننے کے لئے طیار نہ ہو۔ جب یہ حالت تم میں پیدا ہوگی تو وہ اخوۃ جو خدا کا برگزیدہ بندہ قائم کرنی چاہتا ہے تم میں پیدا ہوگی۔ ہر وقت دعا میں لگے رہو اور خدا تعالیٰ سے فضل اور توفیق مانگو کیونکہ اس کے فضل کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا یہ ایک مجرب نسخہ ہے جس سے قوم قوم بنتی ہے تم چاہتے ہو کہ قوم بنو پھر کیا وجہ ہے کہ ان اصولوں کو ترک کرو جو قوم بننے کے لئے ضروری ہیں۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم ان ہدایتوں پر عمل کریں۔ اور ہم میں سچی برادری قائم ہو۔ آمین۔

واقفیت بڑھانیوالی خبریں

سائینس کے ذریعہ یہ بھی ممکن ہوگیا کہ بہرے آدمی بھی سن سکتے ہیں امریکہ کے ایک ڈاکٹر ہچنسن نے ایک ایجاد کی ہے جو ٹیلیفون کے ضروری اصول پر مبنی ہے اس ایجاد کے ذریعہ آواز کی لہروں میں اسقدر تیزی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اون لوگوں کے کانوں میں بھی اثر کر جاتی ہے جنہوں نے آواز کبھی سنی ہی نہ تھی۔ موجد نے گذشتہ سال انگلستان میں گونگوں اور بہروں کے مدرسوں میں اپنی ایجاد کا تجربہ کیا ہے۔

برلن کے باغ حیوانات میں ایک قسم کا بندر ہے جسے گوریلا کہتے ہیں اسے ایک سیاح ہر سکلنگ افریقہ سے لایا تھا یہ بندر ہر رات جنگلوں میں جاگتے رہتے ہیں منڈلی باندھ کر گاتے ہیں۔ اگرچہ راگ زیادہ بھرا نہیں ہوتا تاہم جو لوگ پہلے بھل سنتے ہیں انپر ایک جادو کا سا اثر کرتا ہے +

انڈے کی سفیدی پنیر کی آمیزش سے ایک ایسا پرلیش بنجاتا ہے جسپر خشک ہونے کے بعد آگ اور پانی کا اثر نہیں ہوتا چمڑے کی پیٹھکوں اور جلدیں پر انڈے کی سفیدی ملنے سے چمک اور پائداری آجاتی ہے۔

عرق لیمو اور نمک سے کپڑوں پر سے پھپھوندی اور زنگ کے داغ دور ہو جاتے ہیں اور کپڑے کو ذرا بھی ضرر نہیں پہنچتا۔ دونوں چیزوں کو ملا کر داغ پر لگا دو اور دھوپ میں رکھدو دو تین بار لگانے سے داغ بالکل اڑ جائینگے +

کناڈا میں ایک شخص اسٹاس (ایک معدنی شے) سے ایک لباس بنایا ہے جس میں دستانے۔ ٹوپی۔ بوٹ اور نقاب بھی شامل ہیں۔ اس لباس کو پہنکر آدمی ایسے مکان میں رہ سکتا ہے جس میں آگ لگ رہی ہو اور اسے ذرا بھی تکلیف اور نقصان نہیں ہوتا۔ نقاب میں ایک آلہ لگا ہے جس کے ذریعہ سے آدمی سانس لے سکتا ہے۔ گو مضر ہوائیں سانس میں داخل نہیں ہو سکتیں +

فرانس کی بحری فوج کے ایک افسر نے ایک ایسا جہاز ایجاد کیا ہے جسمیں انسان سمندر میں بھی مبتلائے کی سخت آفت سے بچا رہتا ہے۔ جہاز میں دو حصے ہیں نیچے کا کشتی نما حصہ پانی کے بارہ فٹ اندر ڈوبا رہتا ہے۔ اسمیں انجن اور جہاز چلانے کے آلات ہیں اوپر کے حصہ میں جو پانی سے ۲۰ فٹ اوپر رہتا ہے مسافروں کے کوٹھریاں ہیں دونوں حصوں میں آمد و رفت کیلئے دو گھر نمایاں ہیں +

انگلستان میں مسٹر ٹرسی ریلوے انسپکٹر کے اوپر ایک نہایت دشوار عمل جراحی کیا گیا۔ اس کے دماغ میں انڈے کے برابر ایک رسولی پیدا ہوگئی تھی جسے کاٹ کر نکالا گیا اگرچہ دماغ میں انڈے کے برابر ایک غار ہوگیا لیکن مریض کو صحت ہوتی جاتی ہے اور یقین کیا جاتا ہے کہ اس عمل کا آئندہ اسکی صحت پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ اسی طرح اٹلی میں ڈاکٹر سیوکی نے ایک شخص مریکلو نامی کے دماغ میں سے اتنی ہی بڑی رسولی نکالی۔ مریکلو دس سال سے بیمار تھا یہاں تک کہ رسولی کے باعث وہ دونوں آنکھوں سے نابینا ہوگیا اور اس کی عقل بالکل جاتی رہی اسکے رشتہ داروں نے تنگ آکر اسے قید کر دیا۔

اوزون ایک لطیف ہوا ہے جو ایک قسم کا آکسیجن ہے اس سے پانی خوب صاف ہو جاتا ہے۔ اسمیں اجرام کے ہلاک کرنیکی صفات موجود ہیں۔ جیسے یورپ و امریکہ کے کیمیا ساز اور ماہرین علم الاجرام خوب واقف ہیں جرمنی کے شہر شحرہیشن میں ذخیرہ آبرسانی کا پانی اسی سے صاف کیا جاتا ہے وہاں ایک عمدہ کارخانہ ہے جو بجلی کے ذریعہ ہوا میں سے اوزون کو پیدا کرتا ہے جسے پانی صاف کرنے کے کام میں لایا جاتا ہے۔

مرض گنٹھیا کے لئے سانپ کا تیل مفید ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ کے مقام میری لینڈ میں کوئی نصف ایکڑ اراضی پر پہاڑی ٹیلے ہیں جسپر گھنی جھاڑیاں اور گھاس اگی ہوئی ہے۔ وہاں ۲ ہزار سانپ پائے جاتے ہیں جن کے کاٹنے میں زہر نہیں ہوتا تیل نکالنے کی غرض سے انہیں پکڑ کر کھال اوتاری جاتی ہے اور چربی کا قیمہ سور کی چربی کیطرح ملا جاتا ہے جس میں سے تیل نکل آتا ہے۔ ہر سال میں ایک پیپا تیل وہاں کے سانپوں سے حاصل ہوتا ہے +

ساری مرضوں کے اجرام کو خاک پرورش کرتی مگر آفتاب کی شعاعیں فنا کرتی ہیں پیرس کی میڈیکل سوسائٹی کی تحقیقات سے واضح ہوتا ہے کہ سڑکوں کو جھاڑو سے جھاڑنی کی نسبت پانی سے دھونا بہتر ہے کیونکہ اجرام خاک کے ذریعہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچ کر بربادی پھیلاتے ہیں +

ایک شخص کوپر ہیوٹ نے ایک برقی لیمپ ایجاد کیا ہے جو پارے کی بھاپ سے روشن ہوتا ہے۔ اسمیں سرخ شعاعیں نہیں ہوتیں۔ انکی آنکھوں کو کم تکلیف ہوتی ہے مگر سرخ شعاعوں کے نہ ہونے سے وہ رنگ جن میں سرخی ہوتی ہے مثلاً ارغوانی بنفشی معلوم ہوتے ہیں اور کمرے میں لکڑی کا جسقدر سامان ہوتا ہے سبزی مائل نظر آتا ہے۔ اور آدمیوں کی صورتیں سبز اور کہیں کہیں سرخی کے دھبے ہوئے معلوم ہوتے ہیں +

اڈرینیلین ایک دوا ہے جو دل کی حرکت پر اختیار رکھتی ہے اسکا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ وہ نکسیر ناک سے خون بہنے کو روک دیتی ہے۔ ڈاکٹر ایچ ویلز نے ایک مریض کی ناک میں ایک ...

مضمون دعا کی تقسیم

۱- دعاؤں کی قبولیت کا ایمان ہر ایک انسان کی فطرت میں موجود ہے۔ سعیدوں میں یہ ایمان زندہ رہتا اور ہر ایک چھوٹی بڑی ضرورت کے وقت اُن کو کامل یقین کے ساتھ خدا کی طرف جھکاتا ہے برعکس اس کے سعید مومن کی یہ ایک بڑی پہچان ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے خدا کی نصرت مغفرت اور رحمت کا طالب بنا رہے۔ جسقدر انسان دنیا پرست غافل اور جناب الٰہی سے دُور ہوتا جاتا ہے اُسی قدر یہ ایمان ضعیف اور بیجان ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پرلے درجہ کے بدبخت لوگوں میں بلا انتہا درجہ کے دُکھ اور مصیبت کے ظاہر نہیں ہوتا۔

چنانچہ یہ ایمان نیک و بد لوگوں میں مختلف درجوں پر ہم شب و روز خود مشاہدہ کرتے ہیں کوئی قوم تو کیا کوئی فرد بشر بھی ایسا نہیں جو ایک نہ ایک وقت اپنے خدا سے امداد اور مشکلکشائی کا خواستگار نہ ہوتا ہو۔ اس کی تمثیلات سے قرآن مجید بھرا ہوا ہے ایک طرف انبیاء علیہم السلام اور اون کے سچے تابعین کا گروہ ہے جو بات بات میں اپنے رب سے دعائیں مانگتا ہے۔

حاملان عرش پکارتے ہیں ربنا وسعت کل شیئًا رحمۃ و علماء اے ہمارے رب تیری رحمت اور تیرا علم ہر ایک شے میں پھیلا ہوا ہے آدم علیہ السلام کی دعا ہے ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین اے ہمارے رب ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور تباہ ہو جاویں نوح علیہ السلام دعا کرتے ہیں۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ اے میرے رب تو زمین پر کافروں کا کوئی ملک نہ رہنے دے۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے رب اجعل ھذا البلد امنا وارزق اھلہ من الثمرات من امن منھم باللہ والیوم الاخر۔ اے میرے رب تو اس شہر مکہ کو با امن بنا اور اُس کے رہنے والوں میں سے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھیں ان کو پھلوں کا رزق دے۔ شعیب علیہ السلام کی دُعا ہے ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق اے ہمارے رب تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق حق فیصلہ کر دے صالح اُمتی کی دعا ہے ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرۃ اعین اے ہمارے رب تو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے قرۃ العین عطا کر۔ یونس کہتے ہیں رب انی ظلمت نفسی اے میرے رب تحقیق میں نے ہی اپنے نفس پر ظلم کیا حضرت سلیمانؑ کی دعا ہے رب اغفر لی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔ اے میرے رب تو میری مغفرت کر اور مجھکو ایسا ملک عطا کر جو میرے بعد کسی کو نہ پہنچے حضرت مسیح علیہ السلام کی دعا ہے ربنا انزل علینا مائدۃ اے ہمارے رب تو ہم پر ایک خوان نازل کر۔ اصحاب کہف کی دعا ہے ربنا اتنا من لدنک رحمۃ اے ہمارے رب تو ہم پر اپنی جناب سے رحمت بھیج۔ ان کے علاوہ اور ہزارہا متفرق دعائیں ہیں جیسے ربنا انت ولینا فاغفر لنا وارحمنا ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین۔ ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا الغرض ربنا اور ربی کی پکار سے تمام قرآن بھرا ہوا ہے دوسری طرف دنیا پرستوں بدکاروں اور ملحدوں کا گروہ ہے جس کی مثال فرعون اور اُس کا گروہ ہے۔ شدت مصیبت کے وقت وہ بھی موسےٰ علیہ السلام سے دعا کے خواستگار ہوتے ہیں ....

.... پھر ایک عام مثال کے طور پر قرآن مجید فرماتا ہے اذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجھم الی البر اذا ھم یشرکون جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تب اللہ کو دینی اخلاص کے ساتھ پکارتے ہیں مگر جب ہم اون کو صحیح سلامت خشکی پر پہنچا دیتے ہیں تب فوراً شرک کرنے لگتے ہیں۔

۲- دعاؤں کی قبولیت سے معرفت ترقی پکڑتی اور ایمانی اصول یقینی صورت میں متبدل ہو جاتے ہیں-

جب ایک مومن بندہ اپنے رب کو کسی ضرورت یا کسی مشکل کے وقت پکارتا ہے تب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی سن رہا ہے پھر اور زیادہ امید خلوص اور عجز کے ساتھ پکارتا ہے تب پہلا احساس اور بھی تیز ہو جاتا اور اسکو اپنی دعاؤں میں زیادہ پر جوش بنا دیتا ہے آخرکار رب العالمین جو ارحم الراحمین ہے کمال فضل اور رحمت کیساتھ اُس کو خواب یا الہام کے ذریعہ سے جواب دیتا ہے یہ جواب ایسا تسلی بخش ہوتا ہے کہ سائل کو ایسا یقین کامل ہو جاتا ہے جیسا کہ حواس ظاہری کے احساس پر یعنی جسقدر آنکھوں سے دیکھی ہوئی شے یا کانوں سے سُنی ہوئی آواز کے خارجی وجود پر پورا یقین ہوتا ہے ویسا ہی اس باطنی اطلاع کی صداقت پر کامل بھروسہ ہوتا ہے جب بار بار اپنی دعاؤں کے جواب میں یقینی امور مشاہدہ کرتا ہے تب باری تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے عجیب عجیب خواص اُسکو معلوم ہوتے جاتے ہیں۔ اپنے تجربہ سے وہ دیکھتا ہے کہ کن کن باتوں سے خدا خوشنود ہوتا اور کن کن باتوں سے ناراض ہوتا ہے۔ کن حالتوں میں اس کی دعا کو جلد تر قبولیت حاصل ہوتی ہے اور کن حالتوں میں دیر میں اور بعض حالتوں میں کوئی جواب نہیں ملتا اس طرح پر تمام اصول شریعت اور حقیقت واقعی طور پر معلوم ہوتی جاتی ہے۔ صفائی علوم کے ساتھ اخلاص محبت و خاص صبر شکر رضا اور تسلیم کی قوتیں بھی ترقی پکڑتی ہیں اور وہ خوب سمجھتا ہے کہ ایک وقت خدا تعالیٰ سے مانگنے کا ہے اور ایک وقت اُس کی رضا پر صبر و شکر کرنے کا ایک وقت اُس کے انعامات سے مسرور اور ممتاز ہونے کا ہے اور ایکوقت ابتلاؤں میں وفاداری اور تسلیم ظاہر کرنے کا۔ الغرض ایسا مومن اپنے خدا سے بار بار ملتا ہمکلام ہوتا اور دین کے راستوں میں بیناؤں کیطرح چلتا ہے برعکس انکو جو مقبول نہیں وہ خدا سے دور ہے اور دین کے راستوں میں اندھوں کی طرح چلتا ہے۔ اسطرح یہ دعاؤں کا سلسلہ حصول رشد و سعادت کا موجب ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون ○ اگر میرے بندے تجھ سے میری بابت سوال کریں پس ان کو جواب دے کہ میں قریب ہوں۔ دعا کرنیوالا جب مجھے پکارے میں اس کو قبول کرتا یا جواب دیتا ہوں پس میرے بندوں کو چاہیے کہ مجھسے دعائیں مانگا کریں اور مجھپر ایمان رکھیں تاکہ وہ رشد حاصل کریں۔ یہ یاد رہے جیسا کہ ہم تمہید میں بیان کر آئے ہیں کہ قبولیت دعا کے واسطے صحت ایمان استغفار توبہ صبر اور عجز و نیاز ضروری ہیں۔ چنانچہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ لفظ عبادی سے اپنے بندوں کو مخاطب کرکے اپنے قریب اور مجیب ہونیکا اظہار فرماتا ہے اور دعا کرنیوالے کو لفظ الداع سے عام نہیں رہنے دیا بلکہ الف لام نے مخصوص کر دیا ہے اور آیات قرآنی اس مسئلہ کو اور زیادہ واضح کرتی ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فاستغفروہ ثم توبوا الیہ ط ان ربی قریب مجیب ○ خدا سے استغفار کرو اور اُس کی طرف جھک جاؤ کہ تحقیق میرا رب قریب اور مجیب ہے ایک اور مقام پر ارشاد ہے یا ایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین۔ اے مومنو اللہ سے صبر اور نماز کے ساتھ مدد چاہا کرو کہ تحقیق اللہ صابرین کے ساتھ ہے

۳- صفات باری تعالیٰ میں سے اجابت دعا ایک ایسی صفت ہے جو غفور رحیم اور مغفرت کا مظہر بنتی اور اولیاء کرام کی زندگی میں عجیب در عجیب کرشمے دکھلاتی

امام الوقت مسیح موعود و مہدی مسعود اپنے رسالہ برکات الدعا میں فرماتے ہیں "اور دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق مجاذبہ ہے یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تب اس کی روح آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جلشانہ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کیلئے ضروری ہیں مثلاً اگر بارش کے لئے دعا ہے تو بعد استجابت دعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کیلئے ضروری ہوتے ہیں اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں اور اگر قحط کیلئے بددعا ہے تو قادر مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے۔ کہ کامل کی دعا میں ایک قوت تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرام فلکی اور انسانوں کے دلوں کو اس طرف لے آتی ہے جو طرف مؤید مطلوب ہے خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں۔ بلکہ اعجاز کے بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابت دعا ہی ہے اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے ہیں یا جو کچھ کہ اولیائے کرام ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرت قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا؟

وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں جو اس امی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہ بعدد ھمہ وغمہ وحزنہ لھذہ الامۃ وانزل علیہ انوار رحمتک الی الابد"

قرآن مجید سے تاثیرات دعا کی بابت یہاں تک ثابت ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص مصائب میں گرفتار ہوتا ہے یا کوئی قوم خراب حال ہو جاتی ہے اس مصیبت اور تباہی کے وقت جو دعائیں زار زار اور بے اختیار اون کے مونہوں سے نکلتی ہیں وہ ایک نہ ایک وقت ضرور اپنا اثر کرتی اور زمانہ کا تخت پلٹ دیتی ہیں یہی سلسلہ دعا ہے جو مغلوب کو غالب اور زیردست کو زبردست بنا دیتا ہے۔ اور عروج اور غلبہ کے وقت میں عموماً لوگ لاپرواہ متکبر سرکش اور ظالم بن جاتے ہیں اس لئے دعائیں اون سے چھوٹ جاتی اور یہ لاپرواہی ان کے زوال کا موجب بنتی ہے برعکس اس کے جو لوگ تباہی اور مظلومیت کی حالت میں ہوتے ہیں وہ عموماً کثرت سے اپنے خدا کو پکارتے ہیں اس لئے آخر کار ان کی آہ و زاری مقبول ہو کر عروج کا باعث بن جاتی ہے یہ سلسلہ عروج و زوال کا کئیوں خاندانوں اور قوموں میں اس کثرت سے دیکھا جاتا ہے کہ یہ بات ضرب المثل ہو گئی ہے "ہر بات کا انت ہے" یعنی انتہائے زوال کے بعد عروج اور انتہائے عروج کے بعد زوال شروع ہو جاتا ہے اصل راز اس شخصی اور قومی عروج و زوال کا دعا اور غفلت ہے کسی بزرگ کا شعر ہے۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

قرآن مجید ان تصرفات الٰہیہ کی نسبت اس طرح پر فرماتا ہے۔

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ءالٰہ مع اللہ۔ بھلا کون ہے جو بیقرار کی سنتا ہے جبھی وہ اس کو پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کر دیتا اور تمکو زمین کے خلیفہ بناتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ مصیبت کا دور ہونا اور زمین میں عروج پانا اضطراری دعاؤں سے شروع ہوتا ہے یہ تمام قدرت اللہ کو ہے جس کے سوائے اور کوئی معبود نہیں اور یہ مسئلہ بھی ایک صاف اور بدیہی کہ ہر ایک انسان اپنے دل سے سوال کر کے اس نتیجہ کو پہنچ سکتا ہے اسی واسطے یہ تمام حقیقت سوال کی صورت میں بیان فرمائی گئی ہے تاکہ ہر ایک سمجھدار آدمی خود سوچے اور سمجھے۔

(۴) جو لوگ دعائیں نہیں مانگتے وہ سخت غافل بیدین اور بدکار ہو جاتے اور اون کو تعلقات باطنی سے محروم رہجاتے ہیں جو مومن بندہ کے واسطے رفع الی اللہ اور ازدیاد تقرب کا موجب ہوتے ہیں۔

جو شخص خدا سے کچھ نہیں مانگتا وہ عبودیت کی حقیقت اور رب العالمین کی رحمت و فضل سے ناآشنا محض ہے انسان کی کیا حقیقت ہے جو اپنے رب سے لاپرواہ بنا ہے ہم ظاہری سلسلہ میں بھی جو باطنی قواعد کا نمونہ ہے یہی دستور دیکھتے ہیں کہ جو ماتحت اپنے افسر کو حقیر اور بے اختیار یا بخیل یا موذی خیال کر کے اس سے کسی قسم کے فیض کی امید نہ رکھے اور نہ کبھی اس سے کوئی سوال کرے بلکہ سوال کو وہ حاصل جنگ خیال کرتا رہے وہ کبھی اپنے افسر کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتا اور ان تمام فیوض سے محروم رہجاتا ہے جو اسکی نسبت حسن ظن رکھنے اچھی خدمات کرنے اور دلجوئی کرنے سے حاصل ہو سکتے تھے اور عموماً لاپرواہی بڑھتے بڑھتے تنفر کو پہنچ جاتی ہے جو مخالفت اور نقصان کا موجب ہوتی ہے پھر جب ایک ناچیز انسان اپنی لیاقتوں اور قوتوں پر متکبر اور سرکش بنتا ہے اور رب العالمین کی کچھ حقیقت نہ سمجھے نہ اس سے دعاؤں کی قبولیت کا یقین کرے اور نہ اس سے فیوض و انعامات کی توقع رکھے تو پھر اوس کا کیا دین اور کیا ایمان ہے اور خداوند عالم کو اسکی کیا پرواہ ہے عموماً دنیا پرستوں جاہلوں غافلوں متکبروں اور بدکاروں کا یہی حال ہوتا ہے کہ اپنی کمائی پرست عیش و تنعم میں غرق اور دنیاوی شغلوں میں خدا سے بیخبر رہتے ہیں پھر رب العالمین کو کچھ نہیں سمجھتے اور محض حیوانی زندگی بسر کرتے ہیں کہ گاؤ خر کی طرح سوائے شکم سیری کے کچھ خیال ان کو نہیں آتا بلکہ حیوانوں سے بھی برے ہو جاتے ہیں قرآن مجید میں نوح علیہ السلام ایسے غافلوں اور بدکاروں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں مالکم لا ترجون للہ وقارا تمہیں کیا ہو گیا کہ اللہ سے بڑی بڑی امیدیں نہیں رکھتے ایک اور جگہ پر اللہ جلشانہ فرماتے ہیں۔ قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم لوگو اگر تم دعائیں نہ کرو تو میرے رب کو تمہاری کیا پرواہ ہے۔ پھر ایک اور جگہ پر قرآن کریم فرماتا ہے انلزمکموھا وانتم لھا کارھون کیا ہم تمہارے شامل حال وہ انعامات اور برکات کر دیں جن سے تم کراہت کرتے ہو۔